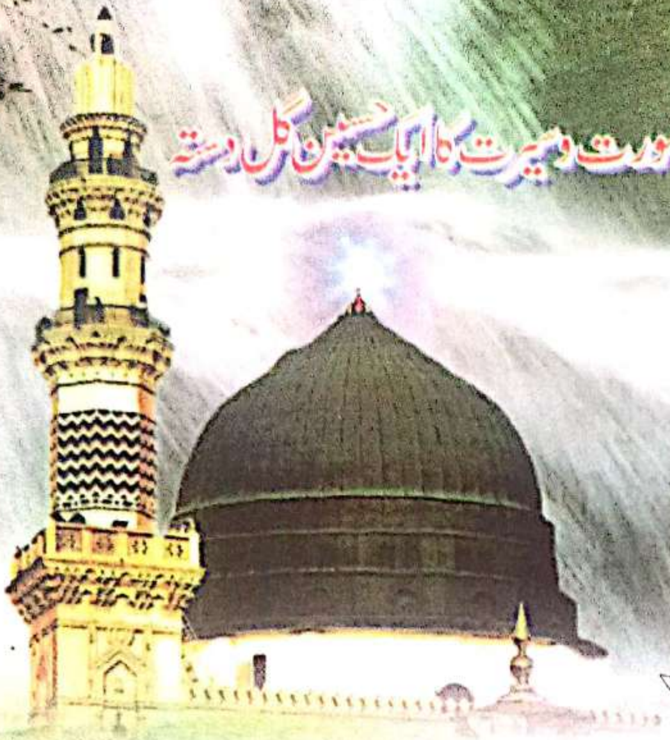
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن صورت و سیرت کا ایک حسین گل دستہ



برتو ختم است اے پیمبر

جمالِ صورت جمیلِ سیرت

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر   مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْر لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَر

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹھہرتی نہیں عارض منور پر

ازقلم

سید سیف الدین اصدق چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ صورت وسیرت کا ایک حسین گل دستہ

برتو ختم است اے پیمبر

جمالِ صورت، جمیل سیرت

کاسۂ غیر کو اور منہ سے لگاؤں توبہ
شان پہچانتا ہوں یار کے پیمانے کی

ازقلم

سید سیف الدین اصدق چشتی

ناشر: تحریک پیغام اسلام

نام کتاب	:	جمالِ صورت، جمیل سیرت
مؤلف	:	سید سیف الدین اصدق چشتی
نظر ثانی	:	مفتی محمد عابد رضا مصباحی، مفتی محمد شاہد رضا مصباحی
معاون	:	مولانا احسان الحق مصباحی الاصدقی
کمپوزنگ	:	غلام ربانی فیضی، شاداب خان اصدقی
تزئین	:	نظامی کمپیوٹر، بہار شریف Mob. 7541876758
اشاعت اول	:	ربیع النور ۱۴۳۶ھ / جنوری ۲۰۱۵ء
صفحات	:	48
قیمت	:	25/-
ناشر	:	تحریک پیغام اسلام، جمشید پور

ملنے کے پتے

: مرکزی دفتر: تحریک پیغام اسلام، امام حسینی مسجد، ذاکر نگر جمشید پور

: خانقاہ بشیریہ اصدقیہ، چشتی چمن، پیر بیگھہ شریف، نالندہ (بہار)

ذیلی دفتر : تحریک پیغام اسلام، بیت الحجاج، غوث نگر، ڈورنڈہ، رانچی (جھارکھنڈ)

: مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف پکی تالاب، بہار شریف، نالندہ (بہار)

: مرکزی دار القراءت، ذاکر نگر، جمشید پور (جھارکھنڈ)

رابطہ نمبر 09709616766/09308452742

انتساب

اپنے کنجھلے ابی کے نام

عمی المکرّم جناب سید بدرالدین اصدق مرحوم جو میرے حقیقی چچا تھے

اپنے مکتبی تعلیم کے زمانے میں بحالت ہوش وحواس میں نے انہیں دیکھا ہے۔ان کے شفقت

بھرے لمحات مجھے اب تک یاد ہیں، ان کی انمول مہربانیاں میں کبھی بھول نہیں سکتا

خدایا!

تو ان کی عشق ومحبت میں ڈوبی ہوئی زندگی کے طفیل انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما

اور

ان مخلص، دین پرور علما کے نام

جن کی بے لوث دینی خدمات کی بدولت آج بھی شاہراہ سنیت روشن ہے

رب کریم!

تو اپنے کرم سے ان کی عظیم خدمات کا ہم سب کی طرف انہیں

اجر عظیم مرحمت فرما۔

ہیچکارہ

سید سیف الدین اصدق چشتی

المرقوم ۲۷ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

نذرِ درشانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شاھنشہ ارض و سما
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

وصف رخ او والضحیٰ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

قرآں بخلاقش گواہ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صدقاً یقیناً راسخاً
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

حضرت سعدی

نسیما! جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمد ﷺ را خبر کن

توئی سلطان عالم یا محمد ﷺ
ز روئے لطف سوئے من نظر کن

بر ایں جان مشتاقم درآں جا
فدائے روضۂ خیر البشر کن

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دیگر کن

حضرت جامی

اللہ کی سرتا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انساں وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

حضرت رضا بریلوی

تقریظ جلیل

حضرت علامہ سید شاہ رکن الدین اصدق چشتی
آستانہ چشتی چمن پیر بیگھہ شریف، نالندہ

لکھنے لکھانے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔اور حمد وستائش انسان کی فطرت ثانیہ ہے۔اگر حمد وستائش کا یہ جذبہ غلط سمت پر لگ جائے تو یہی گمراہی ہے اور اگر حمد وستائش صحیح محل کا رخ کرلے تو بلاشبہ یہ ہماری خوش بختی ہے۔یہ تو اپنا اپنا مزاج ہے، اپنی اپنی طبیعت ہے اور اپنا اپنا حوصلہ ہے۔کوئی قلم اٹھاتا ہے تو الف لیلیٰ کی داستان چھیڑتا ہے، کوئی قلم پکڑتا ہے یوسف زلیخا کی کہانی لکھتا ہے اور کوئی قلم وقرطاس کے سہارے معشوق کے زلف گرہ گیر کی تصویر کھینچتا ہے۔

بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا مرکب قلم حمد وستائش کے صحیح محل کا رخ کرتا ہے اور اسپ تازی کی طرح اس راہ میں رواں دواں نظر آتا ہے۔یوں تو ہر اس ذات کی ستائش جس کی علمی و دینی خدمات مسلم ہیں ہمارے لیے باعث سعادت ہے۔ان میں چاہے ائمۂ مجتہدین ہوں، فقہاء ومحدثین ہوں یا علمائے ربانیین اور ان سب کی بارگاہ میں زبان وقلم کی جسارت، شقاوت قلبی کی بدترین مثال ہے۔

آج کسی کو اپنی انشأ پردازی پر ناز ہے، کوئی افسانہ نگاری میں مست ہے اور کوئی ہجو یہ تقریر وتحریر پر اترا رہا ہے۔ایسے دور کساد میں اگر کسی کو اس ذات کی مدحت وثنا کی یاد آئی جو اول موجودات، باعث تخلیق کائنات اور راحت انس وجان ہے، جو افتخار آدم، دعائے ابراہیم اور نوید مسیحا ہے تو لاریب! اس کے حسن انتخاب کو آفریں اور اس کی اس سعادت کو سلام کہنا چاہیے۔

یوں تو سالار انبیا، سرتاج کل جہاں، خاتم پیغمبراں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا لکھا جاچکا ہے دنیا کے کسی بزرگ ترین ہستی پر نہیں لکھا جاسکتا۔اس لیے میں یہ تو امید نہیں کرسکتا کہ اب کوئی بھی محقق آپ کی حیات طیبہ کا کوئی نیا گوشہ سامنے لاسکتا ہے۔

ہاں! یہ ممکن ہے کہ لکھنے والے کی کوئی بات میرے اور آپ کے لیے نئی ہو۔

سنی سنائی باتوں کی لذت و کشش ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ سرکار دو جہاں کا معجزہ ہے کہ جتنی بار بھی آپ کا تذکرۂ جمیل سنا جائے، نیا معلوم ہوتا ہے اور نئی لذت محسوس ہوتی ہے۔ کسی منافق ہی کے دل پر جبر اور ذہن پر بوجھ محسوس ہوتا ہوگا۔ ہاں! نئے انداز اور نئی تعبیر میں باتیں سامنے لائی جاتی ہیں تو پھر اس کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب ''جمال صورت، جمیل سیرت'' فرزند ارجمند مولانا الحافظ سید سیف الدین اصدق چشتی کی سعیِ بلیغ اور ذوق سلیم کا نتیجہ ہے۔ رحمت بردوش پیغمبر کی رحمت بھری شب و روز کا نقشہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ کھینچا ہے۔ ولادت شریفہ اور سیرت طیبہ کے محاسن کو اجاگر کرنے کا جو پیرایۂ بیان اپنایا ہے وہ جاذب اور دیدہ و دل میں اتر جانے کے قابل ہے۔

کل تک آپ کی آمد آمد کا تصور جب پردۂ خیال پر ابھرتا تھا تو ہر کسی کے لیے زندگی میں انبساط کا سامان بنتا تھا اور آج آلام روزگار نے ہمیں بدبختی کی اس دہلیز پر پہونچا دیا ہے جہاں بہتوں کو میلاد نبوی اور جلوس محمدی کی گھماگھمی ستم رسیدہ بنا دیا کرتی ہے۔ ایسے ماحول میں میلاد مبارکہ سے متعلق احادیث کریمہ کے بیش قیمت ذخیرہ کو شرح و بیان کے ساتھ نفع خلق کی خاطر سامنے لا دینا بلاشبہ دین وسنیت کی بڑی خدمت کہی جائے گی۔

حدیثوں کے ترجمہ پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا ہے، شروح و حواشی کے ساتھ ساتھ علما کے اقوال اور اسلاف کے طرز عمل سے بھی استدلال پیش کیا گیا ہے۔ اسی پر بس نہیں ہے حکایات و قصص سے بھی روشنی لائی گئی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس مختصر رسالہ میں وہ سب کچھ ہے، جو ایک میلاد خواں کے تسکین قلب کے لیے مطلوب ہے۔ سرکار رحمت پناہ اپنے کرم سے رسالہ، رسالہ کے مرتب، اور رسالہ شائع کرنے والی تحریک پیغام اسلام کو قبول فرمالیں تو بیڑا پار ہے۔

ہم نے گل دستۂ عقیدت سجایا ہے اے قمرؔ
سرکار دیکھ جائیں تو محنت وصول ہو

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

نبی پاک ،صاحب لولاک ،مالک ارض و افلاک ،آقا و مولا علیہ کی ولادت باسعادت کا ذکر کرنا، سننا، پڑھنا یہ سب حقیقتاً عین عبادت ہے، اللہ کے نزدیک قربت کا سامان ہے اور سارے حسنات و برکات کا سرچشمہ ہے۔ حضور کی ولادت شریفہ کے موقع پر کائنات کی ہر شئی نے خوشی منائی اور سوائے ایک کے سب نے مسرت کا اظہار کیا۔ ہندوستان کے مشہور شاعر اکبر الٰہ آبادی کو عید میلاد النبی کے موقعے پر لکھنؤ سے ایک مشاعرہ کی دعوت دی گئی۔ اکبر ان دنوں علیل چل رہے تھے، معذرت نامے کے ساتھ اپنے خاص انداز میں دو شعر لکھا کہ میری طرف سے اسے مشاعرہ میں پیش کردیا جائے۔ وہ شعر یہ تھا، ملاحظہ فرمائیں۔

مہر و مہ خوش ہیں، روز خوش شب خوش
وحشی دشت خوش، مہذب خوش
ہیں غرض آپ کی ولادت سے
مسٹر ابلیس کے سوا سب خوش

اور اسی حقیقت کو حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ یوں پیش کرتے ہیں۔

نصیب چمکے ہیں فرشیوں کے کہ عرش کے چاند آرہے ہیں
جھلک سے جن کی فلک ہے روشن وہ شمس تشریف لا رہے ہیں
نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

۱۲ / ربیع الاوّل کو صبح صادق کے وقت حضرت بی بی آمنہ کی آغوش مبارک میں آپ کی آمد ولادتِ ظاہری تھی اور چالیس سال کی عمر شریف میں غارِ حرا کے گوشۂ تنہائی میں

رب کی جانب سے آنے والی وحی ظہور قدسی تھی۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضور کا جمال دنیا میں ظاہر ہوا اور چالیس سال کی عمر میں حضور کا کمال دنیا میں ظاہر ہوا۔ تو ایک ولادت جمال کی حیثیت سے ہے اور ایک ولادت کمال کی حیثیت سے۔ ان دونوں ولادتوں میں ہمارے لیے ان کا ذکر عبادت اور طاعت ہے۔ حضور کے جمال اور حسن صورت کا دنیا میں ظاہر ہونا عالم کے لیے ایک عظیم ترین نعمت ہے اور آپ کے کمال کا ظاہر ہونا اس سے عظیم نعمت ہے۔ اللہ جلّ شانہ نے اپنے کلام مجید میں کئی مقامات پر اپنے فضل، احسانات اور نعمتوں پر خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے۔ حضور ﷺ کی ذات ہمارے لیے اللہ کی طرف سے سب سے بڑی نعمت، رحمت اور فضل و احسان ہے۔ اس پر کون مسلمان ہے جو شک و شبہ کرے۔

بہر حال! جمالِ محمدی بھی ایک ایسی امتیازی شان رکھتا ہے کہ دنیا میں اتنا بڑا جمیل اور صاحبِ جمال پیدا نہیں ہوا اور اتنا بڑا با کمال بھی کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یعنی اللہ نے جمال و کمال کو مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ پر مکمل پر فرما دیا۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی یہ دونوں ولادتیں ایک امتیازی شان رکھتی ہیں۔ نہ آپ کی ولادتِ جسمانی کی نظیر ہے اور نہ ہی ولادتِ روحانی کی مثال و نظیر ہے۔ بس! فرق صرف اتنا ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو ہمارے سامنے محمد ابن عبد اللہ کا ظہور ہوا اور چالیس برس کے بعد محمد رسول اللہ کا ورود ہوا (ﷺ)

مگر خبردار! اس کا مطلب کوئی یہ ہرگز نہ سمجھ لے کہ آپ ﷺ چالیس سال کے بعد نبی ہوئے۔ کیوں کہ نبی ہونا اور، نبوت کا اعلان کرنا اور ہے۔ نبیوں اور رسولوں کا انتخاب اللہ عزّ وجلّ عالم ارواح میں فرما لیتا ہے۔ پھر کبھی وہ آغوشِ مادر میں ہی عیسیٰ پیغمبر علیہ السّلام سے اعلان نبوت و رسالت کرواتا ہے، اور کبھی اپنے محبوب خاص کو جس کے صدقے میں وہ نبوت و رسالت تقسیم کرتا ہے، چالیس سال روک کر رکھتا ہے کہ اے محبوب! آپ ذرا رک

جا ہیئے۔زمانے کو آپ اپنی بشریت دکھا ییۓ۔جب وہ آپ کی شانِ بشریت کا جواب نہیں پیش کر سکتے تو شانِ رسالت کا جواب کیا پیش کر سکیں گے۔

علماے جمہور کے مطابق ۱۲/ربیع النور کو پیر کے مبارک دن صبح صادق کی اس گھڑی میں جب رات کی تاریکی منھ چھپا رہی تھی اور دن کا اجالا چھا رہا تھا، واقعہ اصحاب فیل کو پچاس دن گذر گئے تھے، بمطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کو نور کی گھٹائیں چھائیں۔بہار کا موسم آیا۔ابدی رحمتوں کا دروازہ کھلا اور گلِ قدس کی خوشبو اڑی۔محبوب خدا ﷺ رسالت کا سورج، نبوت کی چاندنی،شریعت کی قندیل، ہدایت کا خزانہ اور انقلاب زمانہ بن کر جلوہ گر ہوئے۔مولانا جیّد القادری کہتے ہیں ؎

بارہویں کی صبح کو آیا ایک ایسا انقلاب
دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پہ چھایا انقلاب
آمنہ کا لعل عبد اللہ کا درِّ یتیم
لے کے آیا انقلاب اور آکے لایا انقلاب
لاکھ سے زائد پیمبر بھی نہ جیسا لاسکے
سرورِ کون و مکاں لائے وہ تنہا انقلاب

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا ولادت باسعادت کے بارے میں فرماتی ہیں کہ جب آپ زمین پر تشریف لائے تو آپ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے تھے اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے،آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی ، یہ آپ کی ابتدائی خصوصیات تھیں،جس کے عجیب اسرار و رموز تھے۔ولادت باسعادت کے مبارک وقت کے حالات کو عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ بیان کرتی ہیں کہ میں آں حضرت ﷺ کی ولادت کے وقت آمنہ کے پاس موجود تھی تو اس وقت یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور آسمان کے ستارے جھک آئے ہیں، یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آگریں گے۔(فتح الباری، ج،اص:۴۲۶)

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مختون وناف بریدہ پیدا ہوئے اور بدن مبارک بالکل پاکیزہ اور کستوری کی تیز بو کی طرح خوشبودار تھا، آپ کا چہرہ چودھویں کی چاند کی طرح نورانی تھا اور آپ کی آنکھیں قدرتی سُرمگیں، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں تھی۔ حضرت اسحاق بن عبداللہ حضرت آمنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب پیدا ہوئے تو نہایت لطیف اور پاک وصاف تھے، جسم اطہر پر کسی قسم کی آلائش اور گندگی نہ تھی (زرقانی، ج،۱،ص:۲۴۴)

حضور علیہ السّلام کی یہ پہلی ولادت تھی جس سے دنیا پر آپ کا جمال ظاہر ہوا۔ جسمانی اعتبار سے انتہائی صحت مند، متناسب الاعضا اور حسین وجمیل تھے۔ سپیدی میں سرخی ملی ہوئی رنگت۔ دل میں گھر کر لینے والی حسین وسرمگیں آنکھیں۔ کشادہ پیشانی۔ گھنگریالے بال۔ موزوں قد۔ اور وہ سب کچھ جسے حسن و جمال کی معراج اور دلکشی ورعنائی کا منتہائے کمال کہہ سکتے ہیں۔ کسی آدمی کے قد وقامت کی بہت سے بہت تعریف ان لفظوں میں کی جاسکتی ہے کہ وہ سرو قد اور شمشاد قامت ہے مگر حضور کے قد موزوں کو یہ تشبیہیں اور استعارے چھو بھی نہیں سکتے۔

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹھہرتی نہیں عارضِ منور پر

لالہ وگل، سنبل و نسترن، یاسمین و نرگس، آفتاب و ماہتاب، لعلِ یمن، درِ عدن، مشکِ خُتن، عنبرِ سارا، تبسمِ سحر اور شگفتہ جبیں، غنچہ دہن یہ تمام انسان کے حسن و جمال اور اس کی خوبی ورعنائی کے استعارے ہیں، مگر حضور کے جمال کی شرح وتفسیر کے لیے یہ سب کے سب استعارے ناتمام، ادھورے اور تشبیہ ومماثلت کی سطح سے فروتر ہیں۔

رُخِ مصطفٰے ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

جہاں شعر وادب کے ان استعاروں اور تشبیہوں کی انتہا ہوتی ہے، وہاں سے

میرے آقا کے حسن و خوبی کا آغاز ہوتا ہے۔ یارسول اللہ! آپ کی نظیر و مثال کون پیش کرے! آپ تو اپنا جواب آپ ہیں ۔

دونوں جہان آئینہ دکھلا کے رہ گئے
لانا پڑا تمہیں کو تمہاری مثال میں

قدرت نے میرے آقا ﷺ کو انسان کامل بنا کر بھیجا تھا۔ اس لیے اس کی ضرورت تھی کہ باطن ہی نہیں ظاہر بھی حسین ترین ہو۔ حسنِ سیرت کے ساتھ صورت بھی خوب تر ہونی چاہیے۔ دل سے نگاہ تک، روح سے جسم تک اور سر سے پیر تک حسن ہی حسن، پاکیزگی ہی پاکیزگی اور دل کشی ہی دل کشی ہونا لازم اور ضروری ہے، اس لیے کہ ع

”بزم میں اہلِ نظر بھی ہیں اور تماشائی بھی“

چشمِ فلک پیر گواہ ہے کہ جتنے انبیا و رُسل اس خاک دان گیتی پر جلوہ گر ہوئے وہ اپنے وقت کے سب سے زیادہ صاحب فہم، صاحب سیرت اور صاحب صورت انسان ہوئے ہیں۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ تک تمام انبیا و رُسل کی سوانح عمری پڑھ جایئے، آپ کو ہر نبی اپنے زمانے کا سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ فطین انسان نظر آئے گا۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اگر کسی نبی کے دور میں کوئی دوسرا انسان اس سے زیادہ حسین یا فطین نکل آئے تو وہ پہلا انسان نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ نبی سراپا عقل اور سراپا حسن ہوتا ہے۔ نبوت نام ہی انسان کی معراج کا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ارادۂ خداوندی نے مالائے نبوت کے سب سے نایاب گُہر اور ہدایت کے آخری چراغ سید الانبیا ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ کی شخصیت و کردار کو اس قدر بقعۂ نور بنا دیا کہ آپ ﷺ کے سامنے آفتاب و ماہتاب کی روشنی برائے نام لگنے لگی۔ آپ کی اس نورانیت نے دریا و صحرا اور کوہ و دمن میں ایسا اجالا کر دیا کہ گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو عمیق غاروں کے سوا کہیں اور پناہ نہ ملی۔ مصور کائنات نے سرور کائنات کی صورت و سیرت کی اس دل کش انداز سے تخلیق کی تھی کہ وہ تمام انبیا و رُسل کے حسن و اخلاق کی جامعیت کا مرقع بن گئی تھی۔ آپ کا

مقدس چہرہ اس قدر حسین تھا کہ ایسا چہرہ آپ کی آمد سے پہلے نہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہو گا۔

کسی عاشقِ رسول نے آپ کے چہرۂ انور کی کس دل کش انداز سے تعریف کی ہے، ذرا پڑھیے اور جھومیے: ''حضور ﷺ جانِ کائنات، حسنِ کائنات، زینتِ کائنات، جن کے چہرے سے سورج کو ضیا ملتی ہے۔ جن کے رخساروں کی چمک سے چاند چاندنی حاصل کرتا ہے۔ جن کی آنکھوں کی دمک سے ستارے جگمگانا سیکھتے ہیں۔ جن کے دانتوں کی تنویر سے جواہرات چمکنے کا ہنر جانتے ہیں۔ جن کے لبوں کی نزاکت سے غنچے چٹکنا سیکھتے ہیں۔ جن کے ماتھے کے نور سے انسانیت کو راستے ملتے ہیں۔ جن کے قدِ زیبا سے سرو اپنے قد کی رعنائی حاصل کرتا ہے۔ جن کی سانسوں کی لہک سے مشک وعنبر خوشبو پاتے ہیں۔ جن کی زلفوں کی خم سے کائنات بننا سنورنا سیکھتی ہے۔ جن کی آنکھوں کی حیا سے کلیاں شرمانا سیکھتی ہیں۔ جن کی مسکراہٹ سے قوس وقزح رنگ بکھیرنا جانتی ہے۔ جن کی رفتار سے مست خرام ندیاں چلنے سے آشنا ہوتی ہیں۔ جن کی گفتگو سے بلبل نغمے سیکھتی ہے۔ جن کی آنکھوں کی سیاہی سے کالی گھٹاؤں کو حسن ملتا ہے۔ جن کی آنکھوں کی سفیدی سے دن کو اجالا ملتا ہے۔ جن کی پلکوں کی دل آویز حرکت سے نجوم جھلملانا سیکھتے ہیں۔ جن کی آبروئے خمدار دیکھ کر ہلال اپنی صورت تراشتا ہے۔ جن کے جلال سے بجلیاں کڑکنا اور جن کے جمال سے بادِ نسیم چلنا جانتی ہے۔ جن کے میٹھے بول سے ہدایت کے چراغ جلتے ہیں اور جن کے قدموں کے نشان سے انسانیت کو منزل کا سراغ ملتا ہے۔

رنگ، خوشبو، چاند، تارے، کرن، پھول، شبنم، شفق، آبجو، چاندنی
تیرے معصوم پیکر کی تخلیق میں حسنِ فطرت کی ہر چیز کام آگئی

انسانِ کامل کو صورت وسیرت، جسم وروح، اور ظاہر وباطن کے اعتبار سے خوبی کمال کا ''معیارِ آخر'' ہونا چاہیے اور ہمارے آقا ومولا اس کے صحیح مصداق تھے۔ جوانی کا زمانہ گذرنے کے بہت دنوں بعد حضرت جابر بن سمرہ صحابیِ رسول نے حضور کو سرخ حلہ میں دیکھا۔ چاند بھی اس رات تابانی پر تھا۔ وہ بہت دیر تک ماہِ عرب اور بدرِ کامل میں خوب تر کے فیصلے میں متردد

رہے، بالآخرانھیں فیصلہ کرنا پڑا اور نگاہوں نے زبان کو گویائی بخشی "فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ" (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ، ص:۵۱۸) کہ یہ گھٹنے بڑھنے والا چاند حضور کے رخ روشن کی برابری نہیں کرسکتا، بے شک! میرے آقا اس چاند سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں۔

فروغ مہر بھی، نمودِ گلشن بھی
تمہارے سامنے کس کا چراغ جلتا ہے

یہ کوئی مبالغہ یا شاعری نہیں، بیانِ حقیقت ہے۔ صحابۂ کرام سے سچا اس عالم میں دوسرا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے کہ اس امت میں بڑے سے بڑا قطب، غوث اور ابدال پیدا ہو، مگر وہ مرتبہ صحابیت کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ عشاقِ رسول تھے، محبتِ نبوی میں فنا تھے، فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے، اور جو فنائے محبت ہوتا ہے وہ اپنے محبوب کے حسن و جمال کا حقیقی سراغ پا جاتا ہے پھر وہ جو بھی تعریف کرے گا حق ہوگا اور اس کے قصائد مبنی برحقائق ہی ہوں گے۔ اس لیے آیئے اس کی شہادت قرآن کریم سے لیتے ہیں۔

اللہ کے کلام سے جو چیز لی جائے تو وہ اس کا ذمہ دار بن جاتا ہے، پھر اس میں شاعری اور مبالغہ کا کوئی شائبہ یا شوشہ باقی نہیں رہتا۔ سرکار علیہ السّلام کے جمال کا ماخذ قرآن کریم میں موجود ہے اور سمجھنے والے اس کے حضرات صحابہ ہیں۔ حضور علیہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حسن کو پیدا کیا تو آدھا حسن ساری دنیا کو دیا اور آدھا حسن تنہا حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کے حسن کی شہادت جب سرکار نے دے دیا تو اس میں شک نہیں کیا جا سکتا۔ یوسف علیہ السّلام سے زیادہ کوئی حسین نہیں، بادشاہِ مصر کی زلیخا ان پر عاشق ہوئیں اور صرف زلیخا ہی نہیں بلکہ تمام بیگمات مصر ان کے عشق میں مبتلا تھیں، مگر زلیخا کو طعنے کسا کرتیں کہ اسے شرم نہیں آتی بادشاہ کی بیوی اور غلام پر عاشق؟ طعنے کا مقصد یہ تھا کہ یوسف اس کے دل سے اتر جائیں تو ہم اس پر قبضہ جمالیں۔ زلیخا نے بھی ایک دن ان کے طعنوں سے تنگ آ کر کچھ کر گذرنے کی ٹھان لی۔ تمام بیگماتِ مصر کو ناشتے کی دعوت دی گئی اور ان کے آگے دستر خوان پر انواع واقسام کی نعمتیں چُن

دی گئیں۔ مختلف پھلوں کے ساتھ تراشنے کے لیے چھریاں بھی موجود ہیں۔ پھر جو حضرت یوسف علیہ السّلام اس مجلس میں آئے تو حسنِ یوسف کو دیکھ کر بیگماتِ مصر ایسی ازخود رفتہ ہوئیں کہ بجائے پھل کے انھوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں، اور بے ساختہ یہ پکار اٹھیں کہ واللہ! یہ کوئی بشر نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو آسمان سے اترا ہے۔ قرآن نے اس واقعہ کو اس طرح پیش کیا ہے'' وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّاط اِنَّا لَنَرٰهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ. فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّج فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَاهٰذَا بَشَرًا ط اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ. (یوسف:۳۱)

یہ فرشتہ ہے، یعنی یہ حسن و جمال بشر میں کہاں؟۔ یہ خوبصورتی، یہ نزاکت، یہ قد رعنا، یہ زیبائش اور پھر یہ عاجزی وانکساری، شرم وحیا اور سراپا معصومیت فرشتے کے سوا یہ کسی انسان میں کب ہوتا ہے؟۔ اب باری زلیخا کی تھی۔ کہنے لگیں کہ یہی وہ ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیا کرتی تھیں۔ میرے ساتھ یوسف روز ہیں مگر میری نہ کبھی انگلی کٹی اور نہ ہاتھ کٹا، تمہیں آخر کیا ہوا کہ انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ تو یہ حضرت یوسف کا حسن تھا جسے قرآن نے بیان کیا۔ اصل جو چیز بتانی تھی یہ اس کی تمہید تھی۔ حسنِ یوسف کے مقابلے میں حضرت عائشہ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق فرماتی ہیں کہ بیگماتِ مصر نے حضرت یوسف کے حسن کو دیکھا تو انگلیاں کاٹ لیں اگر وہ میرے محبوب کو دیکھ لیتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اسی تناظر میں فرماتے ہیں۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

یعنی مصر میں عورتیں اور عرب میں مرد ہیں۔ وہاں عورتوں کی انگلیاں ہیں، یہاں مردوں کے سر ہیں۔ وہاں بے خودی میں کٹیں اور یہاں باہوش وحواس کٹا۔ وہاں حضرت

یوسف کا حسن تھا اور یہاں حضور کا صرف نام پاک ہے۔ عشق و مستی میں ڈوب کر اس شعر کو ایک بار پھر پڑھیں۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال حضرت یوسف علیہ السّلام کے حسن سے کہیں اعلیٰ و بالا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ آدھا حسن پوری دنیا کو دیا اور آدھا حضرت یوسف علیہ السّلام کو عطا ہوا تو اس سے سرکار علیہ السّلام کی ذات مستثنیٰ اور جدا ہے۔ یوسف علیہ السّلام کے لیے لفظِ حسن کا استعمال ہوا "فَـاِذَا قَـدْ اُعْـطِـیَ شَـطْـرُ الْـحُسْنِ" (صحیح مسلم، کتاب الایمان) اور حضور کے لیے لفظِ جمال کا استعمال ہوا اور جمال حسن سے کہیں برتر ہوتا ہے۔ حُسن کہتے ہیں رنگ کی سفیدی کو، ظاہری نقشے کے اچھے ہونے کو، قد و قامت کی موزونیت کو کہ ہر عضو اور ہر جوڑ بند اپنی جگہ اتنا مکمل ہو کہ نگاہیں نہ پھیری جائیں۔ لیکن جمال کہتے ہیں ایسے وصف کو کہ جس کے سبب ہر ہر عضو اتنا موزوں، اتنا کامل اور اتنا مکمل ہو جائے کہ اس کے آگے کمال کا کوئی تصور نہ ہو۔ انگلی دیکھو تو معلوم ہو کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتی۔ ناک دیکھو تو معلوم ہو کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتی۔ آنکھیں دیکھو تو پکار اٹھو کہ اس سے بہتر آنکھیں ہو نہیں سکتی۔ لب و رخسار دیکھو تو کہنے پر مجبور ہو جاؤ کہ اس سے بہتر دوسرا ہو نہیں سکتا۔ جس ذات کے حسن و جمال اور فضل و کمال کا ذکر قرآن کرے، کون بشر اس کی تعریف و توصیف کا حق ادا کر سکتا ہے۔ "وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی" کی تفسیر میں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ "ضُـــحٰـــی" سے اشارہ ہے نورِ جمال مصطفیٰ کی طرف اور "وَالَّیْـلِ" کنایہ ہے حضور کے زلفِ عنبریں کی جانب۔ اسی تفسیر کی روشنی میں مشہور عاشقِ رسول علامہ عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں۔

اے کہ شرح والضحیٰ آمد جمال روئے تو
نکتۂ واللیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

شش جہات روشن زتاب روئے تو
ترک و تا جیک و عرب ہندوئے تو

(ترجمہ: اے پیارے نبی! آپ کے چہرۂ اقدس کے جمال کا بیان بن کر سورۂ والضحیٰ آئی۔ آپ کے عنبر کی خوشبو والے زلف کی خوبی کا نکتہ سورۂ واللیل میں بیان ہوا ہے۔ چھ سمتیں آپ کے پاکیزہ چہرہ کی چمک سے روشن ومنور ہیں۔ ترک وتا تار، جوانانِ عجم، فرزندانِ عرب آپ ہی کے پرستار ہیں)

ایک دوسری قرآنی آیت کی طرف حضرت رضاؔ یوں اشارہ فرماتے ہیں ؎

ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھٰیٰعص ان کا ہے چہرہ نور کا
شمع دل مشکوۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

تو جمال حسن سے اعلیٰ ہے، حسن پر فائق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ کے لیے حسین نہیں جمیل کا لفظ بولا گیا "اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ" "اللہ جمیل ہے اور جمال والے کو پسند کرتا ہے۔" "اِنَّ اللّٰہَ حَسِیْنٌ وَیُحِبُّ الْحُسْنَ" نہیں کہا گیا کہ اللہ حسین ہے اور حسن والے کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے کہ حسن کہتے ہیں، حسنِ صورت کو اور جمال کہتے ہیں، جمالِ ذات کو۔ امام ترمذی نے ایک مستقل کتاب "شمائل ترمذی" کے نام سے لکھی ہے، اس میں وہی حدیث ذکر کی گئی ہیں جس میں آپ کے حسن و جمال کا ذکر ہے۔ ہم یہاں اپنے ایمان کی تازگی کے لیے مختلف کتب احادیث سے چند حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَزْھَرَ اللَّوْنِ کَانَ عَرَقُہُ اللُّؤْلُؤُ، اِذَا مَشَا تَکَفَّأَ وَمَا مَسَسْتُ دِیْبَاجَۃً وَلَا حَرِیْرًا اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَلَا شَمَمْتُ مِسْکًا وَلَا عَنْبَرًا اَطْیَبَ مِنْ رَائِحَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح، ص:۵۱۷)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگِ مبارک نہایت صاف اور چمک دار تھا اور حبیب خدا ﷺ کا پسینہ مبارک یوں تھا جیسے موتی ہوتے ہیں اور جب ہمارے آقا ﷺ چلتے تھے تو پوری قوت سے چلتے تھے (یعنی کمزور لوگوں کی طرح نہیں چلتے تھے) اور میں نے کبھی کوئی موٹا ریشم یا باریک ریشم ایسا نہیں دیکھا جو ہمارے آقا ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے نرم ہو، اور میں نے کبھی کوئی کستوری یا عنبر ایسا نہیں دیکھا جو ہمارے نبیٔ اکرم ﷺ کی خوشبوئے مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چہرۂ نبوی حسن کا یہ عالم تھا: كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ. (ترمذی، مشکوٰۃ ص:۵۱۸) ترجمہ: گویا آفتاب آپ کے چہرۂ انور پر چل رہا ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چہرۂ نبوی حسن کا یہ عالم تھا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةٌ مِّنَ الْقَمَرِ. (صحیح بخاری) ترجمہ: جب حضور ﷺ مسرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرۂ انور ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا چہرۂ مبارکہ: مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا. (حجۃ اللہ علی العالمین ص:۶۷۹) ترجمہ: چاند وسورج کی طرح روشن و منور اور گول تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور کے چہرۂ انور کی روشنی میں اپنی گم شدہ سوئی ڈھونڈ لیتی ہیں، فرماتی ہیں: كُنْتُ اَخِيْطُ فَسَقَطَتْ مِنِّى الْاِبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ. (خصائص کبریٰ، ابن عساکر، ص:۶۳)

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عشقِ نبی ﷺ میں ڈوبی ہوئی اس نعتیہ شاعری پر بھی نظر ڈالیے، فرماتے ہیں ؎

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: یارسول اللہ! میری آنکھ نے آپ جیسا حسین ترین پیکر نہیں دیکھا اور آپ سے بڑھ کر حسین وجمیل کسی ماں نے جنم نہیں دیا۔ آپ کو ہر عیب ونقص سے پاک وصاف پیدا کیا گیا گویا کہ آپ ﷺ کو اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا ہے۔

اب ایک شہادت ذرا غیر کی بھی لے لیجئے: جامع بن شداد فرماتے ہیں کہ مجھ کو طارق بن عبداللہ نے بتایا کہ ہم مدینہ منورہ کے باہر اترے ہوئے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ اس وقت ہم آپ کو جانتے نہیں تھے۔ ہمارے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ تھا۔ آپ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں! فرمایا کیا قیمت ہے؟ ہم نے قیمت کھجوروں کی مقدار بتائی آپ نے فریاما منظور ہے اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑے ہمارے دیکھتے دیکھتے شہر میں داخل ہو گیے۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ ایک ناواقف آدمی جس کو ہم جانتے نہیں کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے، بلا قیمت وصول کیے اونٹ دے دیا۔ ایک عورت جو ہمارے ساتھ کجاوہ میں بیٹھی ہوئی تھی بولی: وَاللّٰہِ لَقَدْ رَأَیْتُ رَجُلًا کَانَ وَجْھُہٗ قِطْعَۃَ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ. اَنَا ضَامِنَۃٌ لِثَمَنِ جَمَلِکُمْ لَایَغْدِرُ بِکُمْ فَلَمَّا کَانَ الْعَشِیُّ اَتَانَا رَجُلٌ فَقَالَ: اَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلَیْکُمْ. ھٰذَا تَمْرُکُمْ فَکُلُوْا وَاشْبَعُوْا وَاکْتَالُوْا وَاسْتَوْفُوْا فَاَکَلْنَا حَتّٰی شَبِعْنَا وَاکْتَلْنَا وَاسْتَوْفَیْنَا. (زرقانی علی المواہب، ج:۴،ص:۴۹، المستدرک للحاکم، ج:۲،ص:۶۱۲) ترجمہ: خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھا۔ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں۔ وہ تمہارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور

کہنے لگا میں رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا تمہاری طرف آیا ہوں۔ یہ کھجوریں ہیں ان میں سے خوب پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کرلو۔ تو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیا اور قیمت بھی پور کرلی۔

حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف اور عظمت وشان دین وایمان کا ایسا باب ہے کہ بڑے بڑوں نے اس پر لکھا اور خوب لکھا، اپنی زندگیاں صرف کردیں مگر آخر انھیں یہی اقرار کرنا پڑا کہ۔

لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
بہت ہی کام لیا میں نے خوش بیانی سے
مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کمالِ سیرت صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۲؍ ربیع الاوّل شریف کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایسی ذاتِ شریفہ کو پیدا فرمایا کہ اس سے زیادہ حسین وجمیل ذات نہ پہلے عالم میں پیدا ہوئی اور نہ ہی بعد میں پیدا ہوگی۔ ایک کامل نقشہ انسانیت کا ایسا پیش کیا گیا کہ اس سے زیادہ حسین وجمیل دوسرا کوئی نقشہ ہو ہی نہیں سکتا۔ صورت سیرت کے دکھلانے کا آئینہ ہوتی ہے۔ صورت پہچاننے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ کسی شخص کو جب آپ پہچانتے ہیں تو صورت دیکھ کر ہی پہچانتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے عادات کیسے ہیں؟ اس کی باتیں کیسی ہیں؟ اور اسی صورت کے اندر جو چیز ڈھلی ہوتی ہے اسے سیرت کہتے ہیں۔ صورتِ محمدی ﷺ سیرتِ محمدی ﷺ کے تعارف کا وسیلہ بنی۔ حسنِ صورت کی کشش نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا اور حسنِ سیرت کی رعنائیوں نے انھیں نبی کا غلامِ بے دام بنا دیا۔ زمانے نے دیکھا کہ اس موہنی صورت والے کی سیرت تو ایسی کہ اس کے تقدس وپاکیزگی کی قسمیں کھائی جائیں۔ بس! پھر کیا تھا بے چینی وبے سکونی کے ماحول میں سکون وچین کے متلاشی قدمِ نازِ مصطفیٰ پر نثار ہوتے چلے گئے۔

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریک حال قسمت ہوگیا پھر فضل ربّانی
سلام اے آمنہ کے لعل اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات اے فخرِ نوعِ انسانی

گناہ آلود ماحول، بری سوسائٹی، اور مذموم گرد وپیش میں میرے آقا کی جوانی کا آغاز ہوا۔ قدم قدم پر فتنوں کا ہجوم اور برائیوں کا جمگھٹا، نفس کی رغبت، الجھاؤ اور میلان کے لیے ہر قسم کی سہولتیں موجود تھیں۔ میخانے بھی تھے اور شاہدانِ سیمیں بدن کے خلوت کدے بھی، قمار خانوں کی کثرت بھی تھی اور نغمہ ورقص کی محفلوں کی بہتات بھی، وہاں فحش کاری کے اڈے بھی تھے اور بداخلاقی کے مراکز بھی۔ جس طرف جایئے برائیوں کے پھندے لگے تھے اور بدچلنی کے دام بچھے تھے۔ چھوٹے بڑے مرد وعورت سب کا ایک ہی رنگ تھا۔ اس پُر معصیت ماحول میں محمد عربی ﷺ نے انتہائی تقویٰ وطہارت اور پاکیزگی وخوش اخلاقی کے ساتھ دورِ جوانی اور عہدِ شباب گذارا — آپ قاتلوں، سفاکوں اور لٹیروں میں تنہا سلامتی کے پیغامبر چوروں، رہزنوں، پیمان شکنوں اور جھوٹوں میں اکیلے صادق الوعد اور امانت دار جواریوں، شرابیوں، زانیوں اور بدکاروں میں تنہا متقی پرہیزگار اور نیک کردار تھے — زیادہ سے زیادہ نیکی کا تصور جو انسان کرسکتا ہے، میرے سرکار اس سے بھی کہیں زیادہ نیک اور صالح فطرت تھے — جو شئی آپ کی قدموں سے لگ نہ سکی وہ خوبی بننے سے محروم ہوگئی، اور جو شئی بھی آپ کے نعلینِ پا سے لگ گئی وہ زیورِ خوبی سے آراستہ ہوگئی۔

انسان کی بلندی کا آخری مقام جو ذہن میں آسکتا ہے آپ کی شخصیت اس بھی کہیں بالاتر تھی۔ دنیا کے اندھیرے میں صرف یہی ایک چراغ تھا۔ زمانے کے خارستان میں آپ کی ذات گلاب بن کر مہک رہی تھی۔ دہر کے خس وخاشاک اور کنکروں پتھروں میں آپ کی شخصیت گوہر شب تاب تھی۔ ہر پیالہ میں زہر اور حنظل ملا تھا صرف اسی ایک جامِ حیات اور مینائے زندگی میں امرت ہلکورے لیتا تھا۔ عام رنگ و بو میں بس وہی ایک ذات حق

وصداقت کا مرکز اور ہدایت کا روشن مینارہ تھی۔ یہی ایک انسان ناطق تھا، جس کی نطق پر سچائی ناز کرتی تھی۔ تاریخ نہیں بتا سکتی کہ آپ کے کسی دشمن نے آپ کے کردار کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ کا اظہار کیا ہو۔ خون کے پیاسے اعداء نے آپ کے پیغام کو جھٹلایا، سارے عرب کو آپ کے خلاف جنگ کے لیے کھڑا کر دیا لیکن کوئی شخص آپ کی زندگی اور ذات و شخصیت پر تہمت نہ لگا سکا۔ الطاف حسین حالی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

اسی کے دم قدم سے اس جہاں میں زندگی آئی
کہ لفظِ کُن کے معنی کا بنا وہ علّت غائی
مشیت نے جسے پیدا کیا بہر شناسائی
زمین و آسماں نے نور سے جس کے ضیا پائی
وہ انساں جس پہ شانِ آدمیت ناز کرتی ہے
امین حق نما ایسا امانت ناز کرتی ہے

حضرات انبیائے کرام صفاتِ الٰہیہ کے مظہر ہیں، اسی لیے ان کے ایک رنگ نہیں، مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ صفتِ قہر و جبر کے مظہر انبیا جلالی ہوتے ہیں اور صفت رحم و کرم کے مظہر جمالی۔ لیکن ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جلّ شانہ کی ذات کے مظہر اتم ہیں اور اس کی تمام صفات کا رنگ ایک ذات مصطفیٰ میں موجود ہے۔ لیکن جس طرح رحمتِ الٰہی غضب پر غالب ہے اسی طرح حضور کی رحمت بھی غضب پر غالب ہے۔ یہ کیوں نہ ہو اللہ اگر رب العٰلمین ہے تو اس کے مصطفیٰ رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ غضب میں خوف ہے اور رحمت میں کشش ہے۔ اسی لیے آقائے کریم علیہ السّلام کی ذات میں ایسی کشش ہے کہ آپ کی طرف انسان تو کیا ملائکہ، اجنّہ، حیوانات بلکہ لکڑی پتھروں کے دل بھی کھنچتے ہیں۔ ان کے ذکر سے قلب میں سوز و گداز اور آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔

صفاتِ ربّانی کا پرَتو ہونے کی بنا پر سارے انبیا کی خوبی و کمال میرے آقا کی ایک ذات میں جمع ہوگئی۔ ساتھ ہی ساتھ جمال سیرت کا وہ حصہ بھی اللہ نے اپنے محبوب کو عطا

فرما دیا جو کسی اور کو نہ بخشا

ایک پیکر میں سمٹ کر رہ گئیں
حکمتیں، دانائیاں، آگاہیاں

کیوں کہ خلاّقِ کائنات اپنے محبوب کو انسانِ کامل بنا کر قیامت تک کے لیے عالمِ انسانیت کا کارہبر ورہنما بنانا چاہتا تھا۔ ’’لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ‘‘ (الاحزاب:۲۱۔ بے شک تمہارے لیے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے) کے فرمانِ ذی شان نے ہر رنگ ونسل، ہر دین وملّت اور ہر زمان ومکان کے لیے نمونہ بنا کر اقوامِ عالم کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا۔ اللہ جلّ شانہ نے اس ایک پیکرِ محمدی میں قیامت تک کے لوگوں کے لیے نمونہ رکھ دیا۔ فاتح ہو یا مفتوح، امیر ہو یا فقیر، سپہ سالار ہو یا سپاہی، سربراہ قوم ہو یا سربراہ خانہ، مقتدا ہو یا مقتدی، قائد ہو یا عوام، باپ ہو یا اولاد، معلّم ہو یا متعلّم، ہر ایک کے لیے مکمل نمونہ اور آئیڈیل آپ کی ذات میں موجود ہے۔ ذرا مسجد نبوی شریفہ میں قائم اس عظیم انقلابی یونیورسٹی کے فارغین اور تربیت شدگان پر نظر ڈالیے، جن میں صدیق و فاروق ہیں، عثمان وعلی ہیں، ابن مسعود و ابن عباس ہیں، ابو ہریرہ و ابوذر ہیں، خالد و ابن عاص ہیں، جن کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت، امانت ودیانت، فکر وتدبّر، آئین جہانگیری اور اندازِ جہاں بانی نے افکار ونظریات کی دنیا بدل دی اور کائناتِ انسانی میں ایک انقلاب برپا کر دیا ؎

ایسے ویسے دم زدن میں کیسے کیسے ہو گئے
کیا زمانے نے کبھی دیکھا تھا ایسا انقلاب
خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا
جس مؤرخ نے بھی لکھا اس کو لکھا

کیا زمانے نے کبھی کوئی ایسا امّی دیکھا ہے جو علم کی عظمت پر بحث کرتا ہو۔ نیابتِ الٰہیہ کو علم کا نتیجہ قرار دیتا ہو۔ پانی کو مدارِ حیات ٹھہراتا ہو۔ آغازِ آفرینش پر اس انداز سے بحث کرتا ہو کہ بڑے بڑے طبیعی حیرت میں ڈوب جاتے ہوں۔ حواس خمسہ کے علاوہ تاریخ

کائنات، نفس اور وحی کو بھی ماخذ علم قرار دیتا ہو۔ اگر نہیں دیکھا ہو تو پیغمبر اسلام ﷺ کو دیکھیے۔ ایک طرف ناخواندگی کا یہ عالم کہ اپنا نام تک نہ پڑھیں اور دوسری طرف یہ کیفیت کہ گم شدہ ماضی کی خبریں دے رہے ہیں۔ مستقبل کا پتہ بتا رہے ہیں اور حال کو روشن کر رہے ہیں۔ قوانین بقاوفنا کی تفصیل بتا رہے ہیں۔ نظریۂ مکافاتِ عمل پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ خیر و شر کی حد بندی کر رہے ہیں۔ حیات بعد الموت کی خبریں دے رہے ہیں اور بار بار اس حقیقت کو واضح فرما رہے ہیں کہ کائنات کی تسخیر علم سے ہو گی اور ربّ کائنات تک رسائی عبادت سے، اور فرمایا ''علم مومن کی گمشدہ پونجی ہے، جہاں ملے اسے حاصل کر لے''۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز ایک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

دنیا کے دیگر قوموں کے رہبر و رہنما کی زندگی اور اللہ کے مقدس رسولوں کی حیات پاک کے ساتھ محمد عربی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیجیے، آپ کی بے مثال زندگی کا جلوہ نکھر کر سامنے آجائے گا۔ تمام رسولوں کی سرگذشت کی نچوڑ کے ساتھ آپ حضور علیہ السّلام کی زندگی پر نظر ڈالیں گے تو آپ یہ جان کر حیرت میں پڑ جائیں گے کہ آپ ﷺ نے تنِ تنہا تمام رسولوں کے کام کیے۔ ان کے مشن کو پورا کیا۔ حضرت نوح کی طرح برگشتہ اور جاہل قوم کو ۲۳ ر سال تک وحدت کا سبق پڑھایا۔ اسلام کی تبلیغ کی اور افعال بد سے روکا۔ حضرت ابراھیم پیغمبر کی طرح نافرمان قوم سے علاحدگی اختیار کی اور اللہ کے حکم پر مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ حضرت یونس جس طرح تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے، آپ بھی تین دن غارِ ثور میں مقیم رہے۔ حضرت موسیٰ نے جس طرح بنی اسرائیل کو فرعون کی حکومت سے نجات دلائی، اسی طرح آپ نے بھی قیصر و کسریٰ کی حکومت سے اللہ کے بندوں کو نجات دلائی۔ حضرت یوسف نے جس طرح اپنے بھائیوں کی ایذا رسانی کو معاف کیا، آپ نے بھی فتح مکہ کے موقع پر تمام شہریوں کو معاف کیا اور اعلان کیا کہ آج کے دن تمہارے اوپر کوئی گرفت نہیں ہے۔ آپ بھی حضرت عیسیٰ کی طرح ستائے گئے۔ حضرت یحییٰ کی طرح تین سال گھاٹی میں محصوری کے دن

کاٹے۔ آپ بیک وقت حضرت داؤد و سلیمان کی طرح صاحبِ حکومت تو فقر و فاقہ کی زندگی کو فخر ذات بنانے والے انبیا کی نظیر تھے۔ علما نے لکھا ہے کہ آپ کی ایک ذات میں نوح کی گرمی، ابراھیم کی نرم دلی، یوسف کا عفو و درگذر، داؤد کی سی فتوحات، ایوب کا صبر، سلیمان کی سطوت، عیسیٰ کی خاکساری، یحییٰ کا زہد اور اسمٰعیل کی سبک روی تھی۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت یوسف کے حسن کی طرف جس طرح لوگ کھنچے چلے جاتے ہیں اسی طرح آپ کے اخلاق و کردار کا حسن لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیتا تھا۔ حضرت عیسیٰ جس طرح مردوں کو زندہ کرتے تھے، آپ نے بھی مردہ قوموں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور انھیں زندہ کر دیا۔ حضرت موسیٰ کے پاس ہتھیلی کے روشن ہونے کا ایک معجزہ تھا مگر قدم قدم پر آپ نے ایسے کئی معجزے دکھائے۔ کیا یہ بات کسی معجزے سے کم ہے کہ حبشہ کا بادشاہ، روم کا قیصر، ایران کا کسریٰ، عرب کے بدوؤں اور یمن کے مسکینوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ یہود و نصاریٰ کے بڑے بڑے عالم اسلام کے خادم بن گئے۔ یہودیوں کے زر خرید غلام حرم نبوی کے نگہبان ہو گئے۔ بلال حبشی کو فاروق اعظم قرشی نے آقا کہہ کر پکارا۔ دشمنوں کو دوست بنانا، خون کے پیاسوں کو بھائی بھائی بنانا، ایک ایک برائی کو معاشرے سے نکال پھینکنا، کیا کسی معجزے سے کم ہے۔

کاسۂ غیر کو اور منھ سے لگاؤں توبہ
شان پہچانتا ہوں یار کے پیمانے کی

نعیم صدیقی لکھتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کے کارنامے کا مبہوت کر دینے والا یہ پہلو بڑا ہی اہم ہے کہ انسان اندر سے بدل گیا اور یکسر بدل گیا۔ انسانی روپ میں جو خواہش پرست حیوان پایا جاتا تھا، کلمۂ حق کے اثر سے وہ بالکل مٹ گیا اور معاً اس کی راکھ سے خدا پرست اور بااصول انسان ابھر آیا۔ اس نئے انسان کے کردار کی درخشانی دیکھیے تو آنکھیں

چکاچوندھ ہو جاتی ہیں۔ حضرت عمر جیسا مکہ کا ایک مئے خوار نوجوان بدلا تو کہاں پہنچا۔ فضالہ میں تبدیلی آئی تو کس شان سے آئی۔ ذوالبجادین کو دیکھیے کہ کس طرح دولت وآسائش کو لات مار کر درویشانہ زندگی اختیار کرتے ہیں۔ حضرت ابوذر کو لیجیے کیا انقلابی جذبہ ہے کہ کعبہ میں کھڑے ہوکر جاہلیت کو چیلنج کیا اور خوب مار کھائی۔ کعب بن مالک کا کردار دیکھیے۔ ابوخیثمہ کا رنگ ملاحظہ کیجیے۔ لبینہ اور سمیہ جیسی کنیزوں کی انقلابی شجاعت وعزیمت پر نظر ڈالیے۔ ماعز بن مالک اسلمی اور غامدیہ پر توجہ کیجیے۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار کی جرأت سے سبق لیجیے۔ ایرانی سپہ سالاروں کے دربار میں ربعی بن عامر کی شان استغنا سے روح اخذ کیجیے اور تاروں کی جھرمٹ میں کون ہے جس کا ایمان لمعہ فگن نہیں ہے۔

ان ہستیوں سے وہ معاشرہ بنا اور ایسے قائدین اور کارکنوں کے ہاتھوں وہ نظام حق چلا کہ جس نے بندش شراب کی ندا کی تو ہونٹوں سے لگے ہوئے پیالے فوراً الگ ہو گئے اور بہترین شرابوں کے مٹکے گلیوں میں انڈیل دیے گئے۔ جس نے اگر عورتوں کو سر وسینہ ڈھانپنے کا حکم دیا تو حکم ملتے ہی کسی تاخیر کے بغیر دوپٹے اور اوڑھنیاں بنالی گئیں۔ جس نے اگر جہاد کے لیے پکارا تو نوعمر لڑکے تک ایڑیوں پر کھڑے ہو ہو کر یہ کوشش کرتے دکھائی دیئے کہ وہ لوٹائے جانے سے بچ جائیں۔ جس نے اگر چندہ طلب کیا تو جہاں حضرت عثمان جیسے دولت مند تاجروں نے سامان سے لدے اونٹوں کی قطاریں لاکر کھڑی کردیں اور حضرت ابوبکر جیسے فدائین نے گھر کی ساری متاع تحریک کے قدموں میں ڈال دی، وہاں ایسے مزدور بھی تھے جو دن بھر کی مزدوری سے حاصل شدہ کھجوریں جنگی فنڈ میں دے کر دامن جھاڑ دیا۔ جس نے اگر مہاجرین کی بحالی کے لیے انصار کو پکارا تو انھوں نے اپنے مکان اور کھیت اور باغ آدھوں آدھ بانٹ دیئے اور اخوت کا ایک بے مثال سماں پیدا کردیا۔ جس نے اگر عہدوں کو خدمت کی روح سے بالاتر کر کے سول سروس کے لیے کارکن طلب کیے تو ایک درہم روز کے قلیل معاوضے پر گورنری کے فرائض انجام دینے والے عظیم حکام دنیا کے سامنے نمودار ہوئے۔ جس نے اگر مال غنیمت کو سپہ سالار کے پاس جمع کرانے کا حکم دیا، تو اس شان سے

تعمیل کی گئی کہ فوج ایک ایک سوئی اپنے افسر کو پیش کر دیتی تھی، اور یہ واقعہ ہمیشہ تاریخ میں درخشاں رہے گا کہ مدائن کے اموال کا ایک قیمتی حصہ عامر نامی ایک سپاہی کے ہاتھ آتا ہے، اور بغیر اس کے کہ کسی کو بھی اس خزانہ زر و جواہر کا علم ہو، وہ رات کی تاریکی میں چپکے سے اسے اپنے سردار تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ ہستیاں تھیں جنھوں نے نیکیوں کا ایسا ماحول تیار کیا کہ جس میں شاذ و نادر ہی جرائم ہوتے تھے، اور حضور کے پورے دس سالہ دور میں گنتی کے مقدمات عدالتوں میں آئے۔ یہ نیکی کا ایسا ماحول تھا جس میں کوئی سی آئی ڈی نہیں رکھی گئی، بلکہ لوگوں کے ضمیر ہی ان کے پاسبان اور نگران بن گئے۔ (محسنِ انسانیت، ص:۳۴)

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگادی
اک آواز میں سوتی بستی جگادی

آئیے! اب آپ کے سامنے رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی تعلیمات کا ایک مختصر خاکہ پیش کروں جن پر عرب کے صحرانشینوں نے نہ صرف خود عمل کیا بلکہ ان ارشادات و تعلیمات کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا، جہاں جہاں ان ارشادات پر عمل کیا گیا وہیں وہیں نفرت و عداوت کی آگ بجھ گئی۔ محبت و الفت کے چراغ روشن ہو گئے۔ سیاہ اور تاریک سینے منور و روشن ہو گئے ؎

نفس نفس یہ رحمتیں قدم قدم پہ برکتیں
جدھر جدھر کو وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جدھر نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

آقائے کائنات کی تعلیمات پر اسلامی معاشرے کی تشکیل کی گئی اور اسی معاشرے سے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان کی شان ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک

دوسرے پر رحمت وشفقت کرنے میں ایک جسم کی مانند ہے جسم کا کوئی عضوا گر بیمار ہوتو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور رات جاگتے ہوئے گزر جاتی ہے۔ یہی وہ تعلیمات تھیں ،جنہوں نے عرب کے لٹیروں ،قزاقوں اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو ایک جسم ایک جان بنا دیا۔ حضور ﷺ کے ارشادات وتعلیمات کی چند جھلکیاں آپ اور ملاحظہ فرمائیں:

ا: ــــــــ جس نے کسی مسلمان کا عیب چھپایا تو اللہ تعالیٰ اس کا عیب دنیا اور قیامت میں چھپائے گا (بخاری ومسلم) ۲: ــــــــ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر مہربانی کرو تم پر آسمان والا مہربانی کرے گا (ابو داؤد)
۳: ــــــــ قیامت کے دن لوگ جب تک حساب کتاب میں مبتلا رہیں گے، خیرات دینے والے اپنی خیرات کے سائے میں ہوں گے، خیرات دینے والے قبر کی آگ سے محفوظ ہوں گے، خیرات قبر کی آگ کو بجھاتی ہے (طبرانی) ۴: ــــــــ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا اسے جنت میں جانا نصیب نہیں ہوگا۔ (مسلم)
۵: ــــــــ کسی نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ کسی نے یہ سن کر کہا حیوانات کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اجر ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ہر جاندار کے ساتھ سلوک کرنا اجر ہے۔ (بخاری ومسلم) ۶: ــــــــ دینے والے کا ہاتھ مانگنے والے کے ہاتھ سے اچھا ہے۔ (بخاری، مسلم) ۷: ــــــــ تونگر کچھ مال پر موقوف نہیں بلکہ تونگری تو دل کی بات ہے (بخاری، مسلم) ''تونگری بہ دل است نہ بہ مال''
۸: ــــــــ ایک شخص سے مرتے وقت فرشتوں نے دریافت کیا تو نے کوئی نیک کام بھی کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں۔ پھر فرشتوں نے کہا یاد کر شاید کوئی اچھا کام کیا ہو۔ اس نے کہا میں لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا۔ میں نے اپنے کارندوں کو حکم دے رکھا تھا کہ تنگ دست مقروض کو مہلت دینا اور مال دار مقروض سے سختی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس بندے سے تم بھی نرمی کرو اور روح قبض کرنے میں میں سخت برتاؤ نہ کرو (بخاری، مسلم) ۹: ــــــــ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہے

(بخاری و مسلم) ۱۰: ———— ایک باپ کا اپنے بیٹے پر ادب سکھانے سے بڑھ کر اور کوئی احسان نہیں ہے (ترمذی) ۱۱: ———— سچائی دل کا اطمینان ہے (ترمذی) سچ اختیار کرو۔ سچ بولنا نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے، جو آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے (بخاری) ۱۲: ———— آپ نے فرمایا لوگو! کیا تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو نماز، روزہ بلکہ صدقہ کے ثواب سے بھی بہتر ہے۔ لوگوں نے عرض کیا فرمایئے یارسول اللہ! حضور نے فرمایا مسلمانوں میں باہمی صلح کرا دینے کا ثواب سب سے افضل ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) ۱۳: ———— جس نے غصہ کو روک لیا اللہ تعالیٰ اس سے عذاب کو روک لیتا ہے اور جو اپنی زبان کو قابو میں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو چھپا لیتا ہے (طبرانی) ۱۴: ———— جو شخص قسمیں کھا کر مال فروخت کرے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ اسے ایک نظر بھی نہ دیکھے گا (بخاری) ۱۵: ———— جو شخص ادائیگی کی نیت سے قرض لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دیتا ہے اور قیامت میں اس کے قرض خواہ کو راضی کر لیتا ہے لیکن جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن اس کی نیکیاں قرض خواہ کو دلوائی جائیں گی (طبرانی) ۱۶: ———— جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مسلم) ۱۷: ———— جو شخص خود پیٹ بھر سویا لیکن اس کا پڑوسی بھوکا رہا وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ (طبرانی) ۱۸: ———— تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ (ابن ماجہ) ۱۹: ———— آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو (بغیر تحقیق) آگے پہنچا دے۔ (مشکوٰۃ) ۲۰: ———— سخی خدا سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور بخیل خدا سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور لوگوں سے دور ہے۔ (ترمذی) ۲۱: ———— جو امانت دار نہیں دین دار نہیں۔ جسے پاس عہد نہیں، اس کا دین نہیں۔ (مشکوٰۃ) ۲۲: ———— حسن خلق بہترین نیکی ہے۔ (مسلم)

صدیاں گذر جانے کے باوجود آقائے کریم ﷺ کے ان آفاقی پیغامات وارشادات

پر اک ذرّہ برابر باسی پن نہیں آیا ہے بلکہ دن بہ دن اس کی ضرورت واہمیت بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ اس گئے گذرے دور میں بھی جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی سیرت پاک اور سنتِ شریفہ کو حرزِ جاں بناتا ہے، معاشرے میں وہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سوسائٹی میں اس کا وقار بحال ہوتا ہے اور کامیابیاں اس کے قدم چومتی ہیں۔ ہمارے سامنے ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ جس نے بھی حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کے اخلاق، تعلیمات اور سیرت پاک پر پوری طرح عمل کیا، حلال وحرام کا خیال رکھا، جائز وناجائز پر توجہ دی، انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کیے تو اسلام اور مسلمان دشمن اشخاص بھی ان کے گرویدہ ہو گئے۔ صوفیاے کرام کی انمول تاریخ ہمارے لیے نشانِ راہ ہے، کس طرح صدیاں گذر جانے کے باوجود بھی ان کے آستانوں پر مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کا ایک جم غفیر سر جھکائے اپنی غلامی اور ان کی سلطانی کا ثبوت پیش کررہا ہے۔ مگر افسوس! اپنی کمیوں اور کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ہم اسلامی تعلیمات پر عمل ہی کو ناممکن بتانے لگے ہیں۔ اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ وطفیل ایک اچھا انسان اور اچھا مسلمان بننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ ایک اچھا انسان ہی ایک اچھا مسلمان ہوسکتا ہے اور اچھا انسان بننے کے لیے قرآن اور سیرت رسول اکرم ﷺ کا پڑھنا از حد ضروری ہے۔

لکھنا نہیں آتا تو میری جان پڑھا کر
ہو جائے گی مشکل تیری آسان پڑھا کر
پڑھنے کے لیے تجھے کچھ نہ ملے تو
چہروں پہ لکھے درد کے عنوان پڑھا کر
لاریب، تیری روح کو تسکین ملے گی
تو قرب کے لمحات میں قرآن پڑھا کر
آجائے گا اقبالؔ تجھے جینے کا قرینہ
تو سرورِ کونین کے فرمان پڑھا کر

☆☆☆

ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن

نام زوجہ محترمہ	عمر حضور ﷺ	عمر زوجہ	سنہ وفات	کل عمر	حضور کی معیت	مقبرہ	کیفیت
حضرت خدیجۃ الکبریٰ	۲۵/ سال	۴۰/ سال	رمضان ۱۰/نبوت	۶۵/ سال	۲۵/ سال	مکہ معظّمہ	دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں
حضرت سودہ	۵۰/ سال	۵۰/ سال	۲۲ھ	۷۳/ سال	۱۴/ سال	مدنیہ منورہ	والد ، زمعہ
حضرت عائشہ صدیقہ	۵۴/ سال	۹/ سال	۲۷/رمضان ۵۷ھ	۶۶/ سال	۹/ سال	مدینہ منورہ	حضور کو سب سے محبوب تھیں
حضرت حفصہ	۵۵/ سال	۲۰/ سال	شعبان ۴۵ھ	۶۰/ سال	۸/ سال	مدینہ منورہ	حضرت عمر فاروق کی بیٹی تھیں
حضرت زینب بنت خزیمہ	۵۵/ سال	۳۰/ سال	۴ھ	۳۰/ سال	۳/ ماہ	مدینہ منورہ	ام المساکین
حضرت ام سلمہ	۵۶/ سال	۲۶/ سال	۵۹ھ	۸۴/ سال	۷/ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں
حضرت زینب بنت جحش	۵۷/ سال	۳۲/ سال	۲۰ھ	۵۳/ سال	۲/ سال	مدینہ منورہ	مطلقہ تھیں

حضرت جویریہ	۵۷/ سال	۲۰/ سال	ربیع الاول ۵٦ھ	۶۵/ سال	۶/ سال	مدینہ منورہ	والد، حارث بن ابی ضرار
حضرت ام حبیبہ	۵۷/ سال	۳۲/ سال	۴۴ھ	۷۲/ سال	۶/ سال	مدینہ منورہ	یہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں
حضرت صفیہ	۵۶/ سال	۱۷/ سال	۵۰ھ	۵۰/ سال	پونے چار سال	مدینہ منورہ	والد، حی بن اخطب
حضرت میمونہ بنت حارث	۵۹/ سال	۳۶/ سال	۵۱ھ	۸۰/ سال	سوا تین سال	مدینہ منورہ	حضرت خالد بن ولید کی خالہ

اولاد امجاد

نام زوجہ	نام اولاد	کیفیت
حضرت خدیجۃ الکبریٰ	قاسم	بچپن میں انتقال کر گئے
حضرت خدیجۃ الکبریٰ	زینب	بعثت سے قبل پیدا ہوئیں ۸ھ میں انتقال ہوئیں
حضرت خدیجۃ الکبریٰ	رقیہ	بعثت سے قبل پیدا ہوئیں ۲ھ میں انتقال ہوئیں
حضرت خدیجۃ الکبریٰ	عبداللہ	بچپن ہی میں انتقال کر گئے
حضرت خدیجۃ الکبریٰ	ام کلثوم	۹ھ میں انتقال کر گئیں
حضرت خدیجۃ الکبریٰ	فاطمہ	۱۱ھ میں حضور کے انتقال کے ۶/ ماہ بعد انتقال کر گئیں
حضرت ماریہ قبطیہ	ابراہیم	بچپن میں ہی انتقال کر گئے

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۶۳؍ سالہ حیات پاک کی ۶۳؍ جھلکیاں

۱: ـــــــــ حضور ﷺ کا زمین پر اسم گرامی ''محمد'' اور آسمان پر ''احمد''۔ (تفسیر نعیمی) ۲: ـــــــــ حضور ﷺ کی تاریخ ولادت قمری ۱۲؍ ربیع الاول، سال: واقعۂ فیل اور شمسی موسم: بہار، ۲۰؍ اپریل، ۵۷۱ء''۔ (تفسیر نعیمی) ۳: ـــــــــ حضور ﷺ عرب کے سب سے معزز قبیلہ قریش کے سب سے معزز خاندان بنو ہاشم میں تشریف لائے۔ (کتب سیر و تواریخ) ۴: ـــــــــ حضور ﷺ کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے ۲۱ ویں پشت پر ''عدنان'' کے ذریعہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے چوتھی پشت پر ''کلاب بن مرہ'' سے والد ماجد کے نسب شریف سے مل جاتا ہے۔ (معارج النبوۃ و مدارج النبوۃ) ۵: ـــــــــ حضور ﷺ کے مکان ولادت کا نام ''دار محمد بن یوسف'' تھا۔ (الکامل فی التاریخ) ۶: ـــــــــ حضور ﷺ کے والد ماجد کا اسم گرامی ''عبد اللہ'' ہے۔ (مدارج النبوۃ) ۷: ـــــــــ حضور ﷺ کے والد ماجد کا وصال حمل شریف کے دو مہینہ بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔ (تواریخ حبیب الٰہ)
۸: ـــــــــ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ''آمنہ'' ہے۔ (معارج النبوۃ)
۹: ـــــــــ حضور ﷺ کی ولادت کے چھ سال بعد والدہ ماجدہ کا وصال مقام ''ابواء'' میں ہوا۔ (تواریخ حبیب الٰہ) ۱۰: ـــــــــ حضور ﷺ کی دودھ پلانے والی ماؤں کے نام ''ثویبہ اور حلیمہ سعدیہ'' ہے۔ (الکامل فی التاریخ) ۱۱: ـــــــــ حضور ﷺ کے دادا محترم کا اسم گرامی ''عبد المطلب'' ہے۔ (مدارج النبوۃ) ۱۲: ـــــــــ حضور ﷺ کی دادی صاحبہ کا اسم گرامی ''فاطمہ بنت عمرو'' ہے۔ (معارج النبوۃ)
۱۳: ـــــــــ حضور ﷺ کے نانا جان کا اسم گرامی ''وہب بن عبد مناف'' ہے۔ (معارج

النبوۃ) ۱۴: ـــــــ حضور ﷺ کی نانی محترمہ کا اسم گرامی ''برہ بنت عبد العزیٰ'' ہے۔(معارج النبوۃ) ۱۵: ـــــــ حضور ﷺ کے چچا نو تھے: حارث، ابو طالب، زبیر، حمزہ، ابو لہب، غیداق یا عنداق، مقوم، ضرار، عباس۔(معارج النبوۃ)

۱۶: ـــــــ حضور ﷺ کی پھوپھیاں چھ تھیں: بیضاء، صفیہ، عاتکہ یا فاطمہ، برّہ، امیمہ، اروی۔(معارج النبوۃ) ۱۷: ـــــــ حضور ﷺ کے رضائی بھائی ''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ، ان کے علاوہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی اولاد'' ہیں۔(مدارج النبوۃ) ۱۸: ـــــــ حضور ﷺ شکم مادر سے ختنہ شدہ، غیر آلودہ، پاک اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔(مدارج النبوۃ) ۱۹: ـــــــ حضور ﷺ نے سب سے پہلے اپنی زبان مبارک سے یہ کلمہ ادا فرمایا: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً. "(تفسیر الم نشرح)

۲۰: ـــــــ حضور ﷺ کا شق صدر چار بار ہوا: ۱۔جب حلیمہ کے گھر تھے۔ ۲۔دس برس کی عمر میں۔ ۳۔قبل نزول وحی۔ ۴۔شب معراج میں۔(تفسیر سورۃ الم نشرح) ۲۱: ـــــــ حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اس پر "اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ تَوَجَّہْ حَیْثُ کُنْتَ فَاِنَّکَ مَنْصُوْرٌ" لکھا ہوا تھا۔(تفسیر سورۃ الم نشرح)

۲۲: ـــــــ حضور ﷺ از سر مبارک تا قدم مبارک معجزہ ہیں، روایات کے مطابق حضور ﷺ سے تقریباً چھ ہزار معجزات ظاہر ہوئے۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو نو معجزے عطا ہوئے۔ ۲۳: ـــــــ حضور ﷺ نے ۱۲؍سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا پہلا سفر کیا۔(تواریخ حبیب الٰہ) ۲۴: ـــــــ حضور ﷺ نے ۲۵؍سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال تجارت لے کر شام کا دوسرا سفر کیا اور خوب نفع کے ساتھ واپس تشریف لائے۔(تواریخ حبیب الٰہ) ۲۵: ـــــــ حضور ﷺ کا پہلا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ۲۵؍سال کی عمر شریف میں ہوا، اس وقت ان کی عمر شریف ۴۰؍سال تھی۔ یہ نکاح حضرت ابو طالب نے پانچ سو طلائی

درہم پر پڑھایا۔(زرقانی) ۲۶: ـــــــ حضور ﷺ نے ان کے وصال حق کے بعد وقتاً فوقتاً متعدد امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے عقد فرمایا، جن کی تعداد متفق علیہ قول کے اعتبار سے گیارہ ہے۔(مدارج النبوۃ) ۲۷: ـــــــ حضور ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ۴۰ رسال کی عمر میں ۱۷ ریا ۲۴ ررمضان المبارک کو بروز دوشنبہ بوقت سحر بمقام غار حرا ہوا۔(تفسیر نعیمی، البدایہ) ۲۸: ـــــــ حضور ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن کریم کی سب سے پہلی وحی "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔" کی ابتدائی تین آیتیں لے کر آئے۔(صحیح بخاری، باب: بدء الوحی) ۲۹: ـــــــ حضور ﷺ نے تین سال تک خفیہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا، اس کے بعد "فاصدع بما تؤمر اور وانذر عشیرتک الاقربین" کے نزول پر اپنے خاندان سے اعلانیہ اسلام کی دعوت دینا شروع کیا۔(صحیح بخاری) ۳۰: ـــــــ حضور ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق، عورتوں میں حضرت خدیجہ، لڑکوں میں حضرت علی، غلاموں میں حضرت بلال، آزاد غلاموں میں حضرت زید بن حاثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔(تواریخ حبیب الہ) ۳۱: ـــــــ حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے پانچویں سال اسلام میں سب سے پہلی "ہجرت حبشہ" کا حکم دیا۔(طبری) ۳۲: ـــــــ حضور ﷺ کو اعلان نبوت کے گیارہویں سال ۲۷ ررجب کی شب میں "معراج" ہوئی۔(صحیح بخاری) ۳۳: ـــــــ حضور ﷺ کی معراج میں تین ساعت لگی تھی۔(روضۃ الاحبار) ۳۴: ـــــــ حضور ﷺ کی معراج میں مومنوں کو تین تحفے ملے: ☆ نماز پنج گانہ۔ ☆ سورہ بقرہ کی آخری آیات۔ ☆ حضور ﷺ کی امت میں جو مشرک نہ ہو ان کے گناہوں کی بخشش۔(الاتقان) ۳۵: ـــــــ حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے تیرہویں سال مسلمانوں کو "ہجرت مدینہ" کی اجازت دے دی اور سب کے بعد ۲۷ رصفر کو حضرت صدیق اکبر کے ساتھ مکہ کو الوداع کہا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔(مدارج النبوۃ، تواریخ حبیب الہ) ۳۶: ـــــــ حضور ﷺ نے راستے میں غار ثور میں تین دن تک قیام

فرمایا اور حضرت صدیق اکبر نے رفاقت و جاں نثاری کا پورا پورا ثبوت پیش کیا۔ (مدارج النبوۃ) ۳۷: ــــــ حضورﷺ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ بروز دوشنبہ مدینہ منورہ کے کنارے محلّہ ''قبا'' میں جلوہ افروز ہوئے، عمرو بن عوف کی بستی میں چودہ دن قیام فرمایا اور مسجد قبا کی تعمیر ہوئی۔ چودہ دن بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ (مدارج النبوۃ، تواریخ حبیب الٰہ) ۳۸: ــــــ حضور ﷺ کی اونٹنی بحکم الٰہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس بیٹھی تھی، اس زمین کو حضورﷺ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے خرید کر مسجد نبوی شریف کی بنیاد رکھی اور تعمیر میں برابر کے شریک رہے۔ (مدارج النبوۃ، تواریخ حبیب الٰہ) ۳۹: ــــــ حضورﷺ ہی کی ہجرت مدینہ منورہ سے اسلامی ''ہجری تاریخ'' کا آغاز ہوا۔ (کتب سیر و تاریخ) ۴۰: ــــــ حضورﷺ نے جس جنگ میں صحابہ رضی اللہ عنھم کے ساتھ شرکت فرمائی، اسے ''غزوہ'' اور جس میں صرف فوج بھیج دی خود شرکت نہ فرمائی، اسے ''سریہ'' کہتے ہیں۔ (کتب سیر و تاریخ) ۴۱: ــــــ حضورﷺ کے جاں نثاروں اور کفار مکہ کے درمیان اسلام کی سب سے پہلی جنگ ''غزوۂ بدر'' ۱۷ر رمضان المبارک ۲ھ میں ہوئی۔ تین سو تیرہ مسلمانوں کے سامنے ایک ہزار کافر تھے، اس جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے فرشتوں نے بھی شرکت کی تھی۔ اس میں ستر کافر قید اور ستر مارے گئے تھے۔ (بخاری شریف، مدارج النبوۃ) ۴۲: ــــــ حضورﷺ کی ظاہری حیات میں دوسری جنگ بنام ''غزوۂ احد'' شوال ۳ھ میں ہوئی، اس غزوہ میں مسلمان کی تعداد سات سو یا ایک ہزار اور کافروں کی تعداد تین ہزار تھی۔ (مدارج النبوۃ) ۴۳: ــــــ حضورﷺ کی ظاہری حیات میں مسلمانوں اور کفار و یہود و نصاریٰ کے درمیان ان غزوات کے علاوہ کچھ غزوات اور ہوئے، جو یہ ہیں: (۱) غزوہ بنو نضیر، ربیع الاول، ۴ھ (۲) غزوۂ خندق، شوال ۵ھ (۳) غزوہ بنو مصطلق، شعبان، ۵ھ (۴) غزوہ بنو قریظہ، ۵ھ (۵) غزوہ خیبر، جمادی الاولیٰ ۷ھ (۶) غزوہ حنین، شوال، ۸ھ (۷) غزوہ

تبوک، رجب ،۹ھ۔ (ضیاء النبی) ان کے علاوہ بھی اور غزوات پیش آئے۔ غزوات کی پوری تعداد بخاری شریف کے مطابق ۱۹/اور سرایا کی ۴۷/ رہے۔ ۴۴: ——— حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ذی قعدہ، ٦ھ کو عمرہ کے قصد سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے مکہ والوں نے مکہ داخل نہ ہونے دیا اور مقام حدیبیہ پر "صلح حدیبیہ" کا تاریخی واقعہ پیش آیا، جسے اللہ تعالیٰ نے واضح فتح سے تعبیر فرمایا اور آیت کریمہ "اِنَّ فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا" نازل فرمائی۔ (ضیاء النبی) ۴۵: ——— حضور ﷺ ۷ھ کو قضا عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ (ضیاء النبی) ۴۶: ——— حضور ﷺ نے ۲۰/رمضان المبارک، ۸ھ کو کہ مکرمہ فتح فرمایا اور خانہ کعبہ سے بتوں کو نکالا۔ (ضیاء النبی) ۴۷: ——— حضور ﷺ پر ۹ھ میں فرضیت حج کا حکم نازل ہوا۔ آپ تعلیم و ہدایت کی مشغولیت کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جا سکے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ (مدارج النبوۃ) ۴۸: ——— حضور ﷺ نے ۱۰ھ میں فریضہ حج ادا فرمایا اور تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کو میدان عرفات میں خطاب فرمایا۔ اس تاریخی خطبہ کو "خطبہ حجۃ الوداع" کہتے ہیں۔ (صحیح بخاری، تواریخ حبیب الٰہ) ۴۹: ——— حضور ﷺ پر خطبہ حجۃ الوداع کے دوران یہ قرآن کی آخری آیت "اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا" نازل ہوئی۔ (بخاری شریف) ۵۰: ——— حضور ﷺ مدینہ تشریف لانے کے بعد "بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے، ماہ رجب ۲/ہجری میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور خانہ کعبہ قبلہ بنا۔ (مدارج النبوۃ) ۵۱: ——— حضور ﷺ ۱۸/یا ۱۹ صفر ۱۱ھ کو جنۃ البقیع تشریف لے گئے، مسلمانوں کے لیے ایصال ثواب کیا اور واپس آ کر علیل ہو گئے۔ (بخاری شریف) ۵۲: ——— حضور ﷺ کی علالت کی مدت تیرہ یا بارہ روز ہے۔ (مدارج النبوۃ) ۵۳: ——— حضور ﷺ نے علالت کے دوران چالیس غلاموں کو آزاد کیا۔ (مدارج النبوۃ) ۵۴: ——— حضور ﷺ کی علالت کے دوران

آپ کے حکم پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی امامت فرمائی۔(بخاری شریف) ۵۵: ——— حضور ﷺ نے اپنی آخری تین سانسوں میں "اَلصَّلٰوۃُ"،"وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ"،"اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی"فرمایا۔(تفسیر نعیمی)

۵۶: ——— حضور ﷺ بروز دوشنبہ،۱۲/ربیع الاول،۱۱ھ،سہ پہر کو"بَلٰی، اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی"فرماتے ہوئے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔(ان للہ وان الیہ راجعون)(بخاری شریف) ۵۷: ——— حضور ﷺ کی ظاہری پوری عمر شریف ترسٹھ سال کی ہوئی اور کل انیس بال سفید ہوئے تھے۔(تفسیر الم نشرح) ۵۸: ——— حضور ﷺ کو تین مرتبہ پاک وصاف پانی بیری کے پتے اور کافور کے پانی سے غسل دیا گیا۔(مدارج النبوۃ)

۵۹: ——— حضور ﷺ کو تین سفید سحولی کپڑوں کا کفن دیا گیا،ایک روایت میں سات کی تعداد ہے۔(مدارج النبوۃ) ۶۰: ——— حضور ﷺ کی جنازہ شریف پر کسی نے امامت نہ کی؛اس لیے کہ حضور ﷺ ایام حیات وممات میں ہمارے امام ہیں۔متعدد نمازیں ہوئیں اور لوگوں نے تنہا تنہا پڑھی۔(مدارج النبوۃ) ۶۱: ——— حضور ﷺ کی قبر انور وہیں کھودی گئی جہاں حضور ﷺ نے وصال حق فرمایا تھا،یعنی حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں۔(مدارج النبوۃ) ۶۲: ——— حضور ﷺ نے دوشنبہ کو وصال حق فرمایا اور چہار شنبہ(بدھ) بوقت سحر آپ کی تدفین عمل میں آئی۔(مدارج النبوۃ)

۶۳: ——— حضور ﷺ کو جب قبر انور میں اتارا گیا تو حضور ﷺ کے لب مبارک پر یہ کلمات تھے:رب امتی امتی۔(مدارج النبوۃ)

☆☆☆

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور معمولات اہل سنت کی حقیقت

آقائے کریم ﷺ کی ذات کو اللہ جلّ شانہ نے اپنی رحمت بنا کر بھیجا ہے (سورۂ انبیا:۱۰۷) رحمت عالم ﷺ ایسی رحمت و نعمت ہیں، جنھیں بھیج کر رب نے بندوں پر احسان جتلایا (سورۂ آل عمران:۱۶۴) اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔ (سورۂ والضحٰی:۱۱) اے محبوب! آپ فرمادیں کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر مومن خوشیاں منائیں۔ (سورۂ یونس:۵۸) اور انھیں اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ۔ (سورۂ ابراھیم:۵)

امام المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما کے نزدیک ایّام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں رب تعالیٰ کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔ ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم ﷺ کی ولادت و معراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد اور اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کرنا سنت الٰہی کے ساتھ ساتھ خود سنتِ نبی بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا، جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمھیں اپنے معاملے کی ابتدا بتاتا ہوں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا اور اس سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلّات روشن ہو گئے“۔ (المستدرک للحاکم۔ مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین)

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ترمذی اور دارمی کے حوالے سے حدیث پاک

موجود ہے کہ صحابۂ کرام بعض انبیائے کرام کے فضائل کا ذکر کر رہے تھے کہ اس محفل میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور آپ نے اپنے فضائل خود بیان فرمائے، جن میں سے ایک یہ ہے "اَلا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ" آگاہ ہو جاؤ اور یہ جان لو کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔

حضور پاک ﷺ جب مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو "فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُیُوتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَ الْخِدَمُ فِی الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" تو مرد اور عورتیں چھت پر چڑھ گئیں اور نو جوان اور خدام راستوں میں بکھر گئے اور پکارتے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ (ﷺ) (صحیح مسلم ج:۲،ص:۴۱۹) اور بچیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَادَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ
اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

یعنی وداع کی گھاٹیوں سے چاند ہم پر طلوع ہوا، تو ہم پر شکر واجب ہے جب تک بلانے والا اللہ کے لیے بلائے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی آپ ایسے امر کے ساتھ تشریف لائے ہیں، جس کی اطاعت کی جائے گی۔ (عسقلانی، فتح الباری:۷،۲۶۱۔ابن حبان، الثقات:۱،۴۸۰)

قانون ساز نبی ﷺ فرماتے ہیں: جو اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور ان کا ثواب بھی اسے ملے گا جو اس کے بعد اس نئے طریقے پر عمل کریں گے، اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی (بخاری، مسلم)

جشن عید میلاد النبی ﷺ اور جلوس محمدی ﷺ پر نکتہ چینی کرنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ اب ذرا وہ ایسی کوئی ایک آیت و حدیث پیش کریں جس میں اللہ و رسول نے نعمت و رحمت پر اظہار مسرت اور خوشیاں منانے سے منع فرمایا ہو۔ یہ فرض و واجب کی ڈیوٹی نہیں — بلکہ — اظہار محبت اور غلامی مصطفےٰ کی علامت ہے۔ جس سے ایمان کامل ہوتا

ہے(صحیح بخاری) محبت کا یہ سودا جو چاہے لے اور جو چاہے نہ لے۔اس میں بحث وتکرار ،طنزوتعریض اور جھگڑا وفساد کی کوئی ضرورت نہیں ۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہرساز پہ گایا نہیں جاتا

شرک وبدعت کو سمجھنا وقت کی اہم ضرورت

آج ہم نازک ترین دور میں جی رہے ہیں۔نئے نئے فتنے،نئی نئی باتیں اور نئی نئی شرانگیزیاں مسلمانوں کے تعلق سے سامنے آرہی ہیں۔ابوجہل ویزید کے واقعات تو ہم نے کتابوں میں پڑھے ہیں،مگر ہمارے معاشرے میں نہ جانے آج کتنے بوجہل ویزید مختلف رنگ وروپ میں موجود ہیں اور اسی مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف عمل ہیں ۔

کہتا ہے کون ختم ہوئی کربلا کی جنگ
ہم لڑرہے ہیں آج بھی فوجِ یزید سے

اپنے دشمنوں سے ہمارا سابقہ دو محاذوں پر ہے ۔ ایک داخلی اور دوسرے خارجی۔خارجی دشمنوں کو پہچاننا بھی آسان ہے اور ان سے لڑنا بھی آسان ہے مگر داخلی دشمنوں کو نہ پہچاننا آسان ہے اور نہ ہی ان سے لڑنا آسان ہے۔آقائے کائنات ﷺ کی ذات کے معجزات تو ہم نے نہیں دیکھے لیکن ان کے کلام کے معجزات کو ہم آج بخوبی دیکھ رہے ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔”بَادِرُوا بِالْاَعْمَالِ فِتَناً کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ،یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِناً وَیُمْسِیْ کَافِراً،اَوْ یُمْسِیْ مُؤْمِناً وَیُصْبِحُ کَافِراً. یَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْیَا“. (صحیح مسلم،کتاب الایمان،ص:۱۱۸)یعنی اندھیری شب جیسے فتنوں کے سیلاب سے پہلے پہلے نیک اعمال کرلو،آدمی صبح کے وقت تو مومن ہوگا لیکن شام ہونے سے پہلے کافر ہوجائے گا،یا شام کے وقت تو مومن ہوگا مگر صبح ہونے سے قبل وہ کافر ہوچکا ہوگا،آدمی معمولی دنیاوی فائدے کے

عوض اپنا دین فروخت کردے گا۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آخری زمانے میں پچھلے لوگ اگلے گذر جانے والوں کو بُرا بھلا کہیں گے، ان پر لعن طعن کریں گے، گویا وہ خود کو ان سے بہتر بتائیں گے۔ "لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُلْعِنَ آخِرُ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا. (المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۹/۴، حدیث: ۵۲۴۱) یعنی "قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک امت کے آخری لوگ پہلوں پر لعنت نہ کریں"۔

اور پھر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارک کو بھی ذرا آپ بغور پڑھیں۔آپ فرماتے ہیں:۔ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ. (مقدمہ صحیح مسلم: ج۲، ص:۱۳۱) آخری زمانے میں ایسے دجّال اور جھوٹے پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جو تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوں گی، تو ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو دور رہنا اور انہیں خود سے دور رکھنا تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کرنے پائیں اور نہ تمہیں فتنے میں ڈالیں۔

بات، نئی چیز، ذکر، قصہ، تاریخ کو حدیث کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں حدیث اللہ کے رسول ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کا نام ہے۔لغات میں حدیث کی تعریف کچھ اسی طرح آئی ہے۔اس اعتبار سے موجودہ دور کے تناظر میں اس حدیث رسول ﷺ کا سب سے قریبی مفہوم یہ نکلتا ہے کہ آخری زمانے میں ایسے جھوٹے اور دجّال پیدا ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی باتیں ،ذکر، قصہ اور تاریخ لے کر آئیں گے، جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، تو ایسے لوگوں سے دور رہنا اور انھیں بھی خود سے دور رکھنا تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کرنے پائیں۔اب آپ ان احادیث پاک کی روشنی میں ذرا اپنے معاشرے کا جائزہ لیجیے۔ دنیا کے لیے دین کا سودا کرنے والے، سعودی ریال اور امریکی ڈالر کے عوض اپنے ایمان و ضمیر کو بیچ دینے والے، اپنے مسلم و مومن آباء واجداد کو کافر و مشرک بتانے والے، اصحاب، اسلاف، ائمہ، بزرگانِ دین اور

دین و سنت کے لیے عظیم قربانیاں دینے والے علما کی مذمت اور ان کی نیتوں پر شک کرنے والے لوگ نظر آتے ہیں یا نہیں؟ اور پھر آج جس طرح سے خود کو سلفی کہہ کر اسلاف بیزاری کی ایک مہم چلائی جارہی ہے، الامان والحفیظ۔ میں چند ان کی باتیں اور سوالات پیش کرتا ہوں، آپ ذرا اسے پڑھیں اور پھر حضور ﷺ کی حدیث پاک کی کسوٹی پر پرکھیں۔ کیا آپ نے اور آپ کے باپ داداؤں نے اس سے پہلے ایسی باتیں سنی تھیں۔

کس صحابی نے حضور کا میلاد منایا؟۔ کس صحابی نے کھڑے ہوکر صلاۃ و سلام پڑھا؟۔ صحابہ کس کے مزار پر دعائیں مانگتے تھے؟۔ گیارہ اور بارہ کی نیاز کتنے صحابہ کراتے تھے؟۔ المدد یا رسول اللہ، یا علی مدد کا نعرہ سب سے پہلے کس صحابی نے لگایا؟۔ ۱۲ر ربیع الاول کو صحابہ نے کس رنگ کا جھنڈا لہرایا؟۔ کس صحابی نے رسول کا مزار تعمیر کیا؟۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کی میلاد سب سے پہلے کس صحابی نے منایا؟۔ ۷۸۶ کیا ہے؟ اس کا وجود کہاں سے آیا؟۔ صحابہ کس امام کی تقلید کرتے تھے؟۔

آج قدم قدم پر خوش عقیدہ نو جوانوں کے ذہنوں میں منظّم سازش کے تحت یہ بات بٹھا کر اسلاف اور ان کی پاکیزہ روایت کا باغی اور صراط مستقیم سے دور کیا جارہا ہے کہ جو کام کسی صحابی نے نہ کیا ہو وہ غلط، ناجائز، بدعت، حرام اور خارج از دین ہے! حالاں کہ ان تمام سوالوں کے جواب موجود بھی ہیں اور بار بار دیا بھی جاتا ہے مگر جواب سے سمجھنا نہیں بلکہ سوالوں میں الجھا کر نئی نسلوں کو چوں کہ گمراہ کرنا مقصود ہوتا ہے؛ اس لیے پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ والا معاملہ رہتا ہے۔

جملے چند آقا ہے دیتا رٹا
وہی طوطا بے چارہ بولتا ہے

اس لیے اب ان کو جواب نہیں بلکہ ان کے ہی سوال پر سوال قائم کیا جائے گا کہ اگر دین کا اصول یہی ہے تو ذرا ہمیں بھی کچھ سوالوں کے جواب دیں:

کس صحابی نے خود کو اہل حدیث کہا اور کہلوایا؟۔ کس صحابی نے جماعت اہل

حدیث کا بورڈ لگوایا؟۔کس صحابی نے سلفی مسجد قائم کر کے اس کی تختی لگوائی ؟۔کس صحابی نے ایسی آراستہ وپیراستہ مسجد قائم کی؟۔کس صحابی نے اپنی مسجد میں I.C.D لگوایا؟۔کس صحابی نے ٹی وی چینل شروع کیا؟۔کس صحابی نے پینٹ شرٹ کورٹ اور ٹائی لگا کر رنگ روٹ کی شکل میں تبلیغ کیا؟۔کس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے خلاف عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی دعوت دی؟۔کس صحابی نے لاکھوں کروڑوں روپے اپنے پروگرامات اور اجتماعات پر خرچ کیے؟۔کس صحابی نے مسلمانوں کی اکثریت اور بڑی جماعت کی مخالفت کر کے اللہ کے رسول کے فرمان ''اتبعوا السّواد الاعظم ''مسلمانوں کی بڑی جماعت کی پیروی کرو کی کھلم کھلا نافرمانی کی۔کس صحابی نے خود کو وہابی کہا اور اس پر فخر کیا۔کس صحابی نے اللہ کے رسول کی تعظیم وتوقیر پر چوں وچرا کیا؟۔کس صحابی نے اللہ کے رسول کی تعظیم وتوقیر پر خون وخرابہ کیا؟ بدعت کی کوئی ایسی تعریف کیجیے جس میں ہماری محفل میلاد تو حرام رہے لیکن آپ کے سارے اجتماعات سنت ہوں؟

یہ ایک معمولی جھلک ہے،اس بنیاد پر ہزاروں سوالات قائم کیے جاسکتے ہیں۔زندگیاں ختم ہوجائیں گی مگر وہ جواب نہ دے سکیں گے اور اگر جواب دیں تو معمولات اہل سنت کے سلسلے میں وہی جواب ہمارا ہوگا۔

پیارے!اصول دین یہ نہیں، جسے آج ۱۴۰۰سو سال کے بعد وہابیہ پھیلا رہے ہیں، بلکہ اصول دین اللہ ورسول ﷺ کی وہ باتیں ہیں، جنہیں صحابہ،تابعین،سلف صالحین اور اکابرین امت نے پھیلایا ہے۔ چند احادیث مبارکہ جو اصول دین کی حیثیت رکھتی ہیں،آپ انہیں پڑھیں،اگر آپ واقعی دین اور معمولاتِ اہل سنت سمجھنا چاہتے ہیں تو انشاءاللہ بات آپ کی سمجھ میں آئے گی ورنہ نا سمجھ تو اللہ کے رسول ﷺ سے بھی نہ سمجھ پائے،ہم جیسوں کی کیا حقیقت!

آقائے کائنات ﷺ کی مشہور حدیث پاک ہے: مَارَاٰهُ الْمُؤمِنُونَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ. (المستدرک للامام حاکم ج:۳ ص:۸۳،۸۴،رقم الحدیث:۴۴۶۵) یعنی جس کام کو مسلمان اچھا جانے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اس حدیث شریف کو بھی آپ انتہائی سنجیدگی کے ساتھ پڑھیں اور پھر فکر و تدبّر سے کام لیں:

عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہ قَالَ :مُرَّ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِجَنَازَۃِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاُثْنِیَ عَلَیْھَا خَیْراً فَقَالَ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ عَلَیْہِ بِجَنَازَۃٍ اُخْرٰی فَاُثْنِیَ عَلَیْھَا دُوْنَ ذٰلِکَ ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : وَجَبَتْ، فَقِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَاوَجَبَتْ؟قَالَ: اَلْمَلَائِکَۃُ شُھُوْدُ اللّٰہِ فِی السَّمَاءِ وَاَنْتُمْ شُھُوْدُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ. (اختلاف الفاظ کے ساتھ یہی حدیث بخاری شریف، باب ثناءُ الناس علی المیت، جلد اول، ص:۴۶۰ میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے اور آگے اسی حدیث کو حضرت ابوالاسود نے بھی روایت کیا ہے۔)

ترجمہ:۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک انصاری شخص کا جنازہ گذرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ حضور نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ گذرا۔ اس کی برائی کی گئی۔ حضور نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ تو عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! کیا واجب ہوگئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ آسمان میں اللہ کے گواہ ہیں اور تم زمین میں۔ (زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو)

معمولاتِ اہل سنت یعنی جماعتِ اہل سنت میں جو مستحب و مستحسن امور رائج ہیں، وہ سب کسی نہ کسی قرآنی ایت یا حدیث پاک سے لی گئی ہیں اور صدیوں سے مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت وہی ہے جسے ''سوادِ اعظم'' کہا جاتا ہے۔ جس میں بڑے بڑے علما، ائمہ، صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین بھی شامل اور ان معمولات پر عامل رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ایک چھوٹا سا طبقہ ان سب کو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ خلاف اسلام، خلاف شریعت بلکہ ان عظیم ہستیوں کو مرتکبِ شرک و بدعت کہنے سے بھی نہیں چوکتا۔ اپنے جاہل نوجوانوں کو صرف ایک حدیث کا ٹکڑا تھما دیا ہے کہ ''کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃ ''ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور وہ اسے بس بچوں کے ہاتھ آئے جھن جھنے کی طرح بجاتے پھرتے ہیں۔ انھیں تو خیر کچھ پتا ہی نہیں، ان کے اس بدترین عمل کے ذمہ داران کے وہ رہنما ہیں جو انھیں صرف ایک طرح کی قرآنی آیات

اور احادیث سکھا پڑھا رہے ہیں اور دوسری آیات واحادیث کو یہودیوں کی طرح چھپا کر رکھتے ہیں۔ علمائے اہل سنت تمام آیات واحادیث کو پیش کرتے ہیں اور ان میں اگر بظاہر تعارض اور ٹکراؤ نظر آئے تو وہ تطبیق پیدا کرتے ہیں تاکہ کوئی صرف ایک آیت وحدیث کو دیکھ کر کے دوسرے کا انکار کر کے راہِ حق اور صراطِ مستقیم سے دور نہ جا پڑے۔ اس لیے آیئے اب ذرا آپ کو ”کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ کی پوری حدیث اور پھر اس کے مقابل ایک دوسری حدیث بھی سناتے ہیں۔ اس کے بعد علمائے محققین کی رہنمائی میں نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی:

عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا؟ فَقَالَ: اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (سنن ابوداود، ج:ص: ۲۲۰۔ ترمذی، کتاب العلم، ج:۵، ص:۴۴) ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ بیان فرماتے ہیں: ایک روز نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر ہماری جانب متوجہ ہو کر دل میں اتر جانے والی نصیحتیں فرمائی۔ جن سے آنکھیں نمناک اور دل کانپ اٹھے۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو الوداعی نصیحت معلوم ہوتی ہے، لہٰذا ہمیں کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے اور حاکم وقت کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں گرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر میری سنت اور میرے خلفا جو ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والے ہیں کی پیروی ضروری ہے۔ اسے تھامے رہو اور اسے دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لو، دین میں جو نئے کام جاری کیے جائیں ان سے بچتے رہو، کیونکہ ہر نیا کام بدعت

ہے، اور ہر بدعت گمراہی کی طرف لے جانے والی ہے۔

اس کے بعد بخاری و مسلم کی اس حدیث پاک کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً كَانَ لَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ. (صحیح البخاری، ج:۶،ص:۳۶۴، صحیح مسلم، کتاب العلم، ج:۱۶،ص:۱۶۸، مسند الامام احمد)

ترجمہ:- جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اس کو ان لوگوں کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ اور جو اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اس پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے۔

اب کوئی ان میں سے کسی ایک ہی حدیث کو دیکھے اور دوسری اس کی نظر کے سامنے نہ ہو تو یقیناً دوسری حدیث کے انکار کی وجہ کر اس کے بھٹک جانے کا خطرہ ہے اور ایسا ایک زمانے سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ خوارج ہوں یا روافض، معتزلہ ہوں یا کرامیہ، قدریہ ہوں یا جبریہ، مُرجئہ ہوں یا پھر وہابیہ یہ سب قرآن و حدیث ہی سے گمراہ ہوئے ہیں۔ اسی لیے امام شافعی کے استاذ اور مشہور امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں ''اَلْاَحَادِيْثُ مُضِلَّةٌ اِلَّا لِلْفُقَهَاءِ'' حدیث غیر فقیہ کو گمراہ کرنے والی ہے۔ بلکہ ناسمجھ تو قران سے بھی گمراہ ہو جاتے ہیں (دیکھیے البقرۃ:۲۶)

ان حالات میں اللہ و رسول نے بھی ہمیں علما سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ بھی ایسے مواقع پر ہماری رہنمائی فرماتے ہیں، چنانچہ علامہ امین ابن عابدین شامی (متوفی:۱۲۵۲ھ) ان دونوں حدیثوں کے تناظر میں لکھتے ہیں: ''قَالَ الْعُلَمَاءُ هٰذِهٖ اَحَادِيْثُ مِنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَهُوَ اَنَّ كُلَّ مَنِ ابْتَدَعَ شَيْئًا مِنَ الشَّرِّ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنِ اقْتَدٰى بِهٖ فِيْ ذَالِكَ وَكُلَّ مَنِ ابْتَدَعَ شَيْئًا مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ كُلِّ مَنْ يَّعْمَلُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ''۔ (مقدمۃ الشامی، ص:۱۵۳)

علما فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں کہ جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام میں سارے پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے۔اور جو شخص کہ اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلیمہ کذاب کے ساتھ ایک خوں ریز جنگ ہوئی، جس میں ستر حفاظ کرام شہید ہوگئے ۔ان حفاظ کے پاس قرآنی اجزا بھی لکھے ہوئے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نازک صورت حال کے پیش نظر قرآن حکیم کو جمع کرنے کا مشورہ دیا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، آپ اس کام کو کیونکر کریں گے جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔حضرت عمر نے عرض کیا: هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ. اللہ کی قسم یہ اچھا کام ہے۔حضرت سیدنا صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ عمر بار بار مجھے یہی کہتے رہے "حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِىْ لِذَالِكَ" یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا۔

بدعت کی حقیقت سمجھنے کے لیے اس حدیث پاک کا مطالعہ بھی مفید ہوگا: "مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَّا يَرْضٰهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا." (رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف ص:۳۰) یعنی جو شخص گمراہی کی بدعت پیدا کرے جس سے اللہ و رسول راضی نہیں ہیں بقدر ان لوگوں کے گناہوں کے جو بدعت پر عمل کریں اس کے ایجاد کرنے والے پر گناہ ہے اور ان کے گناہوں سے بھی کچھ کم نہ ہوگا۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ جس بدعت کے ساتھ خداوند کریم اور رسول کریم علیہ الصلوۃ السلام کی ناراضگی کی قید لگی ہوئی ہے اس سے صرف بدعت ضلالت مراد ہے یعنی بری بدعت مراد ہے مطلق بدعت کو ضلالت و گمراہی نہیں کہہ سکتے ہیں۔اسی مقصد کے موافق محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م:۱۰۵۲ھ) کی تشریح ہے: "کسے کہ بدعت

پیدا کند بدعت ضلالت کہ راضی نیست ازاں خدا و رسولِ خدا بخلاف بدعت حسنہ کہ درد ے مصلحت دین بتقویت و ترویج آں باشد'' (اشعۃ اللمعات، ج:۱، ص:۱۱۶) ترجمہ: جو کوئی بدعت ضلالت پیدا کرے جس سے خدا اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والتسلیم راضی نہیں ہیں، بخلاف بدعت حسنہ کہ اس میں دینی مصلحت کی تقویت اور ترویج حاصل ہوتی ہے۔

اب مزید معلوم ہوا کہ میلاد وغیرہ کی محفلیں ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ان چیزوں سے جو مقاصد حاصل ہوتے ہیں وہ بے اصل نہیں بلکہ ان پر دلائل موجود ہیں جن سے وہ ثابت ہیں مثلاً محفل میلاد سے ذکر و تعظیم رسول علیہ السلام مقصود ہے اور یہ مقصد دلائل سے ثابت ہے۔ اسی طرح جلوس محمدی ﷺ، روشنی قمقموں اور جھنڈوں کا لگانا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، فاتحہ، عرس، اہل سنت و جماعت کے نزدیک دلائل سے ثابت ہیں، اور اچھے مقاصد کے ذرائع بھی اچھے ہوتے ہیں؛ لہٰذا ان امور مستحسنہ کو بدعت ضلالت کہنا خود اپنے آپ میں ضلالت وگمراہی ہے۔

ان تمام باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں اپنے دل میں خوفِ الٰہی پیدا کرنا چاہیے اور کسی بھی شئے کو جھٹ شرک و بدعت کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے، ''یہ کہیں قرآن و حدیث میں نہیں اور اس کام کو کسی صحابی نے نہیں کیا'' ایسے دعوؤں سے بچنا لازمی ہے۔ حضرت امام سیوطی (م:۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ''نَفِیُ الْعِلْمِ لَایَلْزَمُ مِنْہُ نَفِیُ الْوُجُوْدِ'' کسی شئ کا علم نہ ہونے سے لازم نہیں آتا ہے کہ اس شئ کا وجود ہی نہ ہو؛ اس لیے کسی چیز کے بارے میں ہمیں صحیح معلومات نہ ہوں تو زبان خاموش رکھنا ضروری ہے۔ یہ علم وادب کا بھی تقاضہ ہے اور دین وایمان کا بھی۔ اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ وطفیل ہمارے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائے اور خاتمہ بالخیر کرے، آمین۔

اندازِ بیاں گرچہ شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

☆☆☆